باسمہٖ سبحانہٗ

عورت
اور
شریعت

تالیف

علامہ السیّد ذیشان حیدر جوادی

تنظیم المکاتب

گولہ گنج ۔ لکھنؤ ۱۸ یو۔پی (انڈیا)

فون: ۲۱۵۱۱۵

نام کتاب : عورت اور شریعت
تالیف : علامہ السید ذیشان حیدر جوادی
کتابت : جلال الدین احمد
سنہ طباعت : اپریل ۱۹۹۶ء
تعداد :
ناشر : تنظیم المکاتب، گولہ گنج، لکھنؤ ۱۸ (انڈیا)
مطبوعہ : یونائیٹڈ بلاک پرنٹرس، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ

عرضِ تنظیم

یوں تو دین اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان نہ عقائد کا امتیاز رکھا ہے اور نہ اعمال کا۔ دونوں کے عقائد ایک جیسے ہیں اور دونوں کے اعمال بھی ایک جیسی حیثیت کے حامل ہیں۔ مرد بھی اپنے عقیدہ و اعمال کا مسئول ہے اور عورت بھی اپنے عقائد و اعمال کی ذمہ دار ہے۔ مرد کا عقیدہ بھی داخلۂ جنت کا سہارا ہے اور عورت کا عقیدہ بھی عاقبت بنانے کا ذریعہ ہے۔ مرد کے اعمال بھی جہنم سے نجات دلانے والے ہیں اور عورت کے اعمال بھی عذاب الٰہی سے بچانے والے ہیں۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے ملکوں میں عورت کی حیثیت ہمیشہ ثانوی رہی ہے اور اسے مذہبی معلومات تک سے الگ رکھا گیا ہے۔ ہندو سماج کے زیر اثر اسے اکثر مقامات پر اچھوت کا درجہ دیا گیا ہے اور کفار سے معاشرت کی بنا پر کبھی اسے سماج کی چتا پر جلایا گیا ہے اور کبھی بیٹی بنا کر زندہ درگور کر دیا گیا ہے۔

ضرورت تھی کہ اسے زندگی کے جملہ مسائل سے آگاہ کیا جاتا اور سماج کی گاڑی کے ایک پہیے کی حیثیت سے برابر کی اہمیت دی جاتی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔

اسلام میں مرد و عورت کا فرق ہے تو صرف صنفی تفرقہ ہیں۔ کہ بعض اعمال مرد انجام دے سکتے ہیں اور عورت انجام نہیں دے سکتی ہے اور بعض اعمال عورت انجام دے سکتی ہے اور مرد کے بس سے باہر ہیں۔

ضرورت تھی کہ دونوں کو اس فرق سے بھی آگاہ کیا جاتا اور ہر ایک کو اس کے فرائض کا ذمہ دار قرار دیا جاتا مگر افسوس کہ ایسا کچھ نہ ہو سکا۔

حد یہ ہے کہ عربی اور فارسی میں بھی کوئی ایسی کتاب سامنے نہ آئی جس کے ذریعہ عورت کے جملہ خصوصیاتِ عمل کو اُجاگر کیا جاتا اور اس کے سامنے زندگی کا مکمل نقشہ پیش کیا جاتا۔

خدا کا شکر ہے کہ سرکار علامہ جوادی دام ظلہٗ کے قلم کی برکت سے یہ شرف بھی تنظیم المکاتب ہی کو حاصل ہوا اور آج اس نظام کا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے جہاں اسلام نے عورت کی زندگی کے خصوصیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے طریقۂ عمل کی نشاندہی کی ہے اور اس سلسلہ کو طہارت سے میراث تک باقی رکھا ہے۔

زیر نظر کتاب ایک نقش اول ہے جس میں مشترکہ مسائل کا ذکر نہیں ہے اور فقہ کے صرف ان ابواب کا ذکر ہے جن میں عورت اور مرد کے اعمال میں فرق رکھا گیا ہے اور عورت کی اپنی ذمہ داریاں قرار دی گئی ہیں۔

رب کریم ہماری اس ریاضت کو قبول فرمائے اور سرکار علامہ جوادی کو طول عمر کے ساتھ مزید خدمتِ دین کا موقع عنایت فرمائے۔ ہماری امیدیں ہمیشہ مالک کے کرم اور علامہ کے قلم سے وابستہ ہیں۔ امام عصرؑ ہمارے مددگار ہیں اور ہمارا قافلہ انھیں کی سربراہی میں آگے بڑھ رہا ہے۔ والسلام

صفی حیدر

سکریٹری تنظیم المکاتب

[redacted]

باسمہ سبحانہ

آغازِ حیاتِ نسواں

۱ بلوغ

اسلامی قانون کے اعتبار سے جب بچی کی عمر نو برس ہو جاتی ہے تو اسے بالغ سمجھ لیا جاتا ہے چاہے وہ جسمانی اعتبار سے کمزور ہو یا طاقتور۔ اس کا قد لمبا ہو یا چھوٹا۔ اس کا شمار کھیلنے والی بچیوں میں ہوتا ہو یا گھر کے ذمہ دار افراد میں۔

اس بلوغ کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ پروردگار اس کے جسمانی اور روحانی کمال کو دیکھ کر اپنے احکام کی تمام ذمہ داریاں اس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ واجبات کو اس کے لئے واجب بنا دیتا ہے۔ حرام کو حرام کر دیتا ہے اور اس طرح عورت کو وہ شرف دے دیتا ہے جو مرد کو اس کے بعد چھ برس تک حاصل نہیں ہوتا ہے۔

دور قدیم میں عورت کو ایک ناقابلِ اعتبار مخلوق سمجھا جاتا تھا لہٰذا نہ اس کی تعلیم پر توجہ دی جاتی تھی اور نہ اسے ذمہ داری کے کام سونپے جاتے تھے اور ہر موقع پر ایک ہی نعرہ لگایا جاتا تھا کہ یہ ناقص العقل ہے اسے ذمہ داری کا کوئی کام سپرد نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس سے عقل و شعور کا کوئی کام لینا چاہئے۔ اس کی خلقت گھر کے کاموں کے لئے ہوئی ہے لہٰذا اسے باورچی خانہ میں زندگی گذارنی چاہئے اور مردوں کی راحت کے لئے نئے نئے کھانے ایجاد کرنے چاہئیں۔ اسی کمال سے عورت پہچانی جاتی تھی اور اس کے اسی کمال کا دور دور تک چرچا ہوتا تھا کہ فلاں گھر کی عورتیں بڑے بہترین پکا دیتی ہیں اور فلاں گھر کے کباب کا کوئی جواب نہیں ہے۔ کبھی یہ سننے میں نہ آیا کہ فلاں گھر کی عورتیں

اگرچہ کھانے پکانے میں مہارت نہیں رکھتی ہیں اور دال روٹی کے علاوہ کچھ نہیں جانتی ہیں لیکن ان کے درمیان بڑی بڑی صاحبان فضل وکمال خواتین پائی جاتی ہیں۔ بلکہ گھر کی بزرگ خاتون بھی بہو کے انتخاب میں اس کی علمی صلاحیتوں سے زیادہ اس کی باورچی صلاحیتوں پر زور دیا کرتی تھیں اور اگر کہیں خدانخواستہ بہو ڈگریاں رکھنے کے بعد بھی اچھا کھانا نہ پکا سکی تو اسے قابل لعنت قرار دیا جاتا تھا کہ ایسی ڈگریوں کا فائدہ ہی کیا ہے جب قاعدہ کا کھانا پکانا بھی نہیں آتا ہے۔

مردوں کے لئے کھانا پکانے سے ناواقفیت عیب نہیں تھی لیکن عورتوں کے لئے سب سے بڑا عیب تھی جو اس بات کا لاشعوری اعلان تھا کہ مرد کی خلقت میدان عمل اور مدرسۂ علم کے لئے ہوئی ہے اور عورت کی تخلیق میدانی خدمت اور باورچی خانہ کے لئے ہوئی ہے۔

لیکن قدرت بھی کسی ظلم کو دیر تک برداشت نہیں کرسکتی ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ نے کروٹ بدلی اور لڑکیوں نے باورچی خانہ سے نکل کر مدرسوں اور اسکولوں کا رُخ کیا اور آج اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر رزلٹ میں لڑکیوں کا اوسط کامیابی لڑکوں سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ صرف اس بات کی بناپر نہیں ہے کہ لڑکیوں کے پاس سوائے پڑھنے لکھنے کے کوئی اور کام نہیں ہے اور لڑکوں پر سماجی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ بلکہ اس کا راز اس فطری صلاحیت میں پوشیدہ ہے جو عورت میں مرد سے پہلے نمایاں ہوجاتی ہے اور اسی بنا پر اسلام نے اسے مرد سے چھ سال پہلے بالغ قرار دے کر اپنے تمام احکام کا ذمہ دار بنادیا۔

حقیقت امر یہ ہے کہ عورت کی زندگی میں نوسال کی تکمیل وہ روز مسرت ہے جیسا دن دوبارہ نہیں آتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جب پروردگار اس کی ذمہ دارانہ حیثیت کا اعلان کرتا ہے اور اس کے فکروشعور کو بالغ قرار دیتا ہے۔

یہ وہ دن ہے جب اسلام اسے اپنے احکام واجب وحرام کا ذمہ دار قرار دیدیتا ہے اور اس سے اپنے قوانین کے تحفظ کا مطالبہ کردیتا ہے۔

یہ وہ دن ہے جب اس کے اعمال دوسروں کے کام بھی آنے لگتے ہیں اور اس کا کسی واجب کفائی کو ادا کردینا دوسروں کے حق میں بھی کافی ہوجاتا ہے۔

یہ وہ دن ہے جب اس کے تمام معاملات قابل قبول ہوجاتے ہیں اور اس کی تجارت اور

دیگر معاملات کو سند قبول مل جاتی ہے۔

یہ فقط ایک وسوسہ شیطانی ہے کہ بیچاری عورت کو ۹ برس کی عمر میں احکام کی رسّی میں جکڑ دیا گیا ہے جب کہ مرد پندرہ سال تک آزاد گھومتا رہتا ہے ورنہ حقیقت امر یہ ہے کہ یہ عورت کے شرف اور اس کی عظمت کا اعلان ہے۔ ناسمجھ بچے کو لاکھ دو لاکھ کی رقم نہیں دی جاسکتی ہے کہ ضائع اور برباد کردے گا تو پروردگار اپنے سارے احکام کس طرح حوالہ کر سکتا ہے جب تک اس کے فکر و شعور پر مکمل اعتماد نہ ہو اور اس نے عورت کو واقعی باشعور نہ قرار دیا ہو۔

ضرورت ہے کہ عورت اسلام میں اپنی عظمت کو پہچانے اور سرحد بلوغ پر قدم رکھنے پر سجدۂ شکر میں رکھ دے کہ مالک نے اسے مردوں سے پہلے ہی اپنے احکام کا ذمہ دار اور اپنے خطابات کا مخاطب قرار دیدیا جو شرف ہر مخلوق کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

آثار بلوغ

بالغ ہونے کے بعد چونکہ جسم کمال کی پہلی منزل کو طے کر لیتا ہے لہٰذا اس میں نئے مرحلہ کی تحریک شروع ہوتی ہے اور اندر اندر ایک انجانی خواہش پیدا ہوتی ہے جس کا اسے تجربہ نہیں ہے لہٰذا اس کے نام سے بھی آشنا نہیں ہے۔ عرف عام میں اسے شہوت کہا جاتا ہے یہ نام اس قدر بدنام ہوگیا ہے کہ اس کے ذکر سے بھی شرمندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ دنیا کا کوئی بشر ایسا نہیں ہے جس کے اندر یہ کیفیت نہ پائی جاتی ہو اور جس کی زندگی اس شہوت سے خالی ہو۔

اس شہوت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسانی دنیا کی آبادی کا انتظام کرتی ہے اور اس کو الگ کر دینے کے بعد آبادی دنیا کا کوئی سامان نہیں رہ جاتا ہے۔ یہ شہوت تنہائی سے زندگی سے آگے بڑھ کر اجتماعی زندگی میں قدم رکھنے کی دعوت دیتی ہے۔ اور جو انسان اب تک اپنے تنہا وجود کو مکمل سمجھ رہا تھا اسے اس کی کمزوری کا احساس دلاتی ہے اور یہ سمجھاتی ہے کہ بنانے والے نے تجھے تنہا مکمل نہیں بنایا ہے بلکہ تیری زندگی کی تکمیل کے لئے ایک دوسری مخلوق بھی ایجاد کی ہے جس کو تیرے وجود کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے دیا ہے۔

بلوغ کے بعد تنہائی اور کمزوری کا یہ احساس ہر شخص میں پیدا ہوتا ہے چاہے وہ مرد ہو یا

عورت۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان جن کمزوریوں کیساتھ پیدا کیا گیا تھا ان کا احساس بچپنے میں نہیں پیدا ہوتا ہے لیکن جیسے ہی شعور بالغ ہوتا ہے سب سے پہلے اپنی کمزوری کا احساس پیدا ہوتا ہے اور یہ مالک کا کرم ہے کہ اس نے کمزوریوں کے احساس کا موقع عنایت فرمایا کہ اس کے بعد اس کے دور کرنے کا خیال بھی پیدا ہوگا ورنہ جس شخص کو بیماری کا احساس نہیں ہوتا ہے وہ علاج بھی نہیں کرتا ہے۔

اجتماعی زندگی اور مل کر رہنے کی یہ خواہش اندر اندر ترقی کرتی رہتی ہے اور اس کے اظہار کے دو راستے ہوتے ہیں:

۱۔ کبھی اس کا قانونی یا غیر قانونی انتظام ہوجاتا ہے تو انسان اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے دوسرے وجود کے ساتھ بالکل متحد ہوجاتا ہے جسے عام زبان میں مجامعت، مباشرت یا ہمبستری وغیرہ کہا جاتا ہے جس سے انسان کی فطری خواہش کی تکمیل ہوجاتی ہے چاہے اندر کا اُبلنے والا مادہ (پانی) باہر نکلے یا نہ نکلے۔

۲۔ اور کبھی خواہش کی تکمیل کا انتظام نہیں ہو پاتا ہے تو یہ مادہ اندر اندر اُبلتا رہتا ہے اور آخر کار اس کے بخارات دماغ پر یوں چڑھ جاتے ہیں کہ انسان اس خواہش کو خواب کے ذریعہ پورا کر لیتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہے جیسے اپنے دوسرے حصۂ کمال سے متحد ہو گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ مادہ باہر نکل آتا ہے جس نے دماغ پر حملہ کیا تھا اور اسے ایسے خواب دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔

یہ کام عورت کی زندگی میں ہوتا ہے اور مرد کی زندگی میں بھی۔ یعنی جس طرح مباشرت کا عمل دونوں سے مل کر انجام پاتا ہے۔ اسی طرح خواب کی دنیا میں بھی دونوں ہی کا گذر ہوسکتا ہے اور ایسا خواب مرد بھی دیکھ سکتا ہے اور عورت بھی دیکھ سکتی ہے۔

اس مباشرت یا خواب کے بعد جو پانی نکلتا ہے اسے منی کہا جاتا ہے جس کا رنگ سفید زردی مائل ہوتا ہے اور اس میں ایک طرح کی چپک پائی جاتی ہے اور اس خارج پیدا ہونے والی حالت کو جنابت کہا جاتا ہے جو مرد کے یہاں بھی پیدا ہوتی ہے اور عورت کے یہاں بھی۔

یہ حالت حلال سے بھی پیدا ہو سکتی ہے جس طرح خواب دیکھنے میں یا اپنی عورت سے مباشرت کرنے میں ہوتا ہے اور ناجائز طریقے سے بھی پیدا ہو سکتی ہے جس طرح زنا کی صورت میں یا اپنے ہاتھ سے منی نکالنے کی صورت میں ہوتا ہے کہ یہ دونوں عمل بدترین حرام ہیں لیکن اگر کوئی قسمت کا مارا ایسے عمل میں مبتلا ہو جائے تو جنابت کی حالت اس کے یہاں بھی پیدا ہو جائے گی۔ بلکہ یہ حالت بدبخت مردوں میں آپس کے تعلقات (اغلام) سے بھی پیدا ہو سکتی ہے اور جانوروں کے ساتھ بدفعلی سے بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ دنیا میں شیاطین کی کوئی کمی نہیں ہے اور جب تک ایک شیطان رجیم زندہ ہے اس کے چاہنے والے اور ماننے والے پیدا ہوتے ہی رہیں گے۔

واضح رہے کہ خواب کی جنابت میں منی نکلنے کی شرط ہے کہ اگر صرف خواب دیکھا ہے اور پانی برآمد نہیں ہوا ہے چاہے اپنی جگہ سے حرکت میں آگیا ہو تو اسے جنابت نہیں کہا جاتا ہے جس طرح کہ مباشرت میں صرف مرد کے عضو کا عورت کے عضو میں داخل ہو جانا ہی کافی ہے اس میں پانی نکلنے کی کوئی شرط نہیں ہے جنابت کے احکام بہرحال پیدا ہو جائیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جب انسانی زندگی میں بلوغ کے بعد اس خواہش کا پیدا ہونا ضروری ہے اور اس کا سیلاب حرام کی طرف بھی لے جا سکتا ہے کہ گھر کے بزرگوں کی پہلی ذمہ داری ہے کہ حلال کا راستہ ایجاد کر دیں ورنہ حرام کی صورت میں لڑکا بھی مجرم ہوگا اور وہ ماں باپ بھی مجرم ہوں گے جنھوں نے اسے تو سماج کا قیدی بنا کر رکھا ہے لیکن اس کے خواہشات کو قیدی نہیں بنا سکے ہیں۔ اس سلسلہ میں تعلیم، غربت، نوکری کوئی عذر قابل سماعت نہیں ہے اور بدکاریوں کا جوابدہ بہرحال ہونا پڑے گا۔

احکامِ جنابت

جنابت کی حالت پیدا ہونے کے بعد انسان پر تین طرح کی ذمہ داریاں پیدا ہو جاتی ہیں:

۱۔ اگر نماز ادا کرنا ہے تو اس سے پہلے غسل جنابت کرنا ہوگا۔

۲۔ اگر خانہ کعبہ کا طواف کرنا ہے تو اس سے پہلے غسل جنابت کرنا ہوگا۔

۳۔ اگر ماہ رمضان کا روزہ رکھنا ہے اور صبح کی اذان سے پہلے جنابت پیدا ہو گئی ہے

تو اذان سے پہلے ہی غسل کر لینا ہوگا۔ اذان کے بعد جنابت پیدا ہوئی ہے تو شام تک کسی وقت بھی غسل کر سکتا ہے۔

غسل کا طریقہ

اس غسل کے دو طریقے ہیں:

۱۔ غسل کی نیت کر کے حوض یا تالاب وغیرہ میں غوطہ لگا دے۔ ایک مرتبہ سارا بدن پانی میں ڈوب گیا تو گویا غسل مکمل ہو گیا۔

۲۔ نیت کرنے کے بعد پہلے سر کو گردن تک دھولے۔ اس کے بعد سارے بدن کو دھولے۔ غسل مکمل ہو جائے گا۔ احتیاط یہ ہے کہ پہلے بدن کے آدھے داہنے حصّہ کو دھوئے۔ اس کے بعد آدھے بائیں حصّہ کو۔

اگر نماز روزہ یا طواف وغیرہ کا وقت نہیں ہے تو صرف یہ نیت کرے کہ غسل جنابت کرتا ہوں قربۃً الی اللہ۔ اور اگر نماز۔ روزہ یا طواف کا وقت ہے تو واجب بھی کہہ سکتا ہے۔

غلط فہمیاں

۱۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عورت کھڑے ہو کر غسل نہیں کر سکتی ہے۔ ایسا کوئی قانون اسلام میں نہیں ہے۔

۲۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غسل جنابت تمام کپڑے اتار کر نہیں ہو سکتا ہے۔ ایسا کوئی قانون نہیں ہے۔ اگر کوئی دیکھنے والا نہیں ہے یا دیکھنے والا شوہر ہے تو اس کے سامنے بھی سارے کپڑے اتار کر غسل ہو سکتا ہے۔

۳۔ غسل میں لوٹے وغیرہ کا کوئی کام نہیں ہے۔ پائپ وغیرہ سے بھی اگر سر اور بدن دُھل جائے تو غسل مکمل ہو جائے گا۔

۴۔ غسل میں نیت کے ساتھ کلمہ پڑھنے یا سورۂ حمد یا انا انزلناہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ غسل میں سر یا بدن کا ایک مرتبہ دھو لینا کافی ہے۔ تین دفعہ دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۶۔ غسل سے پہلے یا بعد وضو کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ غسل تنہا نماز کے لئے کافی ہے۔

محرمات جنابت

جنابت کی حالت میں حسب ذیل چیزیں حرام ہو جاتی ہیں:

۱۔ لفظ اللہ یا پروردگار کے ناموں کو چھونا یا قرآن مجید کے حرفوں کو ہاتھ لگانا۔

۲۔ جن چار سوروں میں واجب سجدہ کی آیت ہے۔ ان میں سے صرف سجدہ کی آیت کا پڑھنا حرام ہے۔ باقی سورہ کا پڑھنا حرام نہیں ہے۔

۳۔ مسجد میں داخل ہو کر وہاں ٹھہرنا حرام ہے۔ ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جانے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ مسجد الحرام اور مسجد پیغمبرؐ نہ ہو۔

۴۔ مسجد سے کسی چیز کا اندر جا کر اٹھانا حرام ہے۔

۵۔ مسجد میں کوئی چیز رکھنا حرام ہے چاہے پاک ہی کیوں نہ ہو اور باہر ہی سے کیوں نہ پھینک دے۔

۶۔ مسجدوں کی طرح معصومین علیہم السلام کے روضوں کے اندر جانا بھی حرام ہے۔ صحن وغیرہ میں داخلہ حرام نہیں ہے اور نہ کسی اور مقام پر جانا حرام ہے۔

۷۔ جنابت کی حالت میں کھانا۔ پینا یا قرآن کا پڑھنا یا ذکر خدا کرنا حرام نہیں ہے۔ مکروہ ہو سکتا ہے کہ ثواب کم ملے لیکن حرام نہیں ہے کہ عذاب بھی نازل ہو جائے۔

یہ واضح رہے کہ انسان کے پیشاب کے مقام سے منی کے علاوہ بھی بعض رطوبتیں نکلتی ہیں جن میں کسی مقدار میں چپک بھی ہوتی ہے لیکن ان کے نکلتے وقت وہ شہوت نہیں ہوتی ہے جو منی کے وقت ہوتی ہے بلکہ بعض لذت آمیز خیالات یا حرکات کی بنا پر یہ رطوبت نکل آتی ہے۔ تو یہ رطوبت نجس نہیں ہے اور نہ اس سے غسل واجب ہوتا ہے اور نہ وضو باطل ہوتا ہے اگر وضو کرنے کے بعد ایسی رطوبت نکل آئے۔

مردوں میں اس رطوبت اور منی کا عام فرق یہ ہے کہ منی عضو کی استادگی کے وقت برآمد ہوتی ہے اور یہ رطوبت استادگی ختم ہونے کے بعد سستی پیدا ہوتے وقت برآمد ہوتی ہے۔

ان دونوں کے فرق کا سمجھنا بیحد ضروری ہے ورنہ انسان بہت سے اعمال کو برباد کر سکتا ہے۔

حیض (ماہواری)

عام طور سے ۹ برس کی عمر کے بعد اور بعض حالات میں اس سے کچھ پہلے ہی عورت کے مخصوص مقام سے ایک قسم کا خون بہنے لگتا ہے جسے خون حیض یا ماہواری کہا جاتا ہے کہ یہ ہر مہینہ مخصوص تاریخوں میں ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ یہ خون گہرا سرخ ہوتا ہے جو سیاہی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس میں کسی مقدار میں جلن بھی ہوتی ہے۔

یہ خون عورت کے لئے فطرت کا ایک تحفہ ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب عورت نئی نسل پیدا کرنے کے قابل ہو گئی ہے اور اس میں ایک نئے انسان کی پیدائش کی فطری صلاحیت پیدا ہو گئی ہے ورنہ عام قانون فطرت کی بنا پر اس حالت سے الگ رہنے والی عورت صاحب اولاد نہیں ہو سکتی ہے۔

اس خون کے خون حیض ہونے کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ عورت کی عمر نو سال سے کم اور ساٹھ سال سے زیادہ نہ ہو ورنہ اسے خون حیض نہ کہا جائے گا۔

۲۔ خون کا سلسلہ تین دن سے کم نہ ہو ورنہ اسے استحاضہ کہا جائے گا حیض نہیں۔

۳۔ خون کا سلسلہ دس دن سے زیادہ نہ ہو ورنہ ایک حصہ کا حکم حیض کا ہو گا اور ایک کا استحاضہ ــ دو خون حیض کے درمیان کا فاصلہ بھی دس دن سے کم نہیں ہو سکتا ہے ورنہ ایک حیض ہو گا اور ایک استحاضہ۔

اقسامِ حیض

خون حیض شروع ہونے کے بعد عورت کے مختلف حالات ہوتے ہیں:

مبتدئہ ۔ یہ وہ عورت ہے جس کے یہاں پہلے پہل خون حیض شروع ہوا ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ اگر اس خون میں سُرخی، سیاہی اور جلن پائی جاتی ہے تو اسے حیض سمجھ کر نماز روزہ چھوڑ دے کہ اس حالت میں نماز روزہ حرام ہے۔ اس کے بعد اگر خون تین دن سے پہلے ہی بند ہوگیا تو گویا یہ حیض نہیں تھا اور اسے نماز روزہ کی قضا کرنا پڑے گی (اگر یہ واقعہ ماہ رمضان کا ہے)۔

اور اسی طرح اگر دس دن سے آگے بڑھ گیا تو اس کا فرض ہے کہ خاندان کی ہمسن عورتوں سے دریافت کرے کہ عام طور سے ان کے یہاں کتنے دن کا خون آتا ہے اتنے دنوں کو حیض قرار دے اور باقی نماز روزہ کی قضا کرے اور اگر ان کی کوئی عادت معلوم نہیں ہے اور خون دو طرح کا ہے تو جس قدر حیض کے رنگ کا ہے اسے حیض قرار دے اور باقی کو استحاضہ بنا دے اور اگر سب ایک ہی جیسا ہے تو تین دن سے لے کر دس دن تک جس قدر چاہے حیض سمجھ لے اور باقی کو استحاضہ بنائے۔ اگرچہ احتیاط یہی ہے کہ سات دن کو حیض قرار دے اور باقی کو استحاضہ۔

ظاہر ہے کہ یہ حالت ہر عورت کی زندگی میں ایک ہی مرتبہ پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد دوسرے مہینہ سے اس کی کوئی نہ کوئی عادت طے ہو جاتی ہے جس کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ صرف وقتی عادت ۔ اگر دونوں مہینوں میں وقت ایک تھا یعنی ایک ہی تاریخ کو شروع ہوا ہے یا بہت سے بہت اس سے ایک دو دن پہلے یا بعد،

تو ایسی عورت کا فرض یہ ہے کہ خون شروع ہوتے ہی نماز روزہ ترک کر دے۔ اس کے بعد تین دن سے پہلے ختم ہو جائے تو قضا کرے اور دس دن سے آگے بڑھ جائے تو یہ دیکھے کہ دو مہینوں میں کوئی عدد معین تھا یا نہیں اور اسی اعتبار سے فیصلہ کرے۔

۲۔ صرف عددی عادت ۔ اگر دونوں مہینوں میں تاریخیں الگ الگ تھیں اور

دن پانچ ہی پانچ تھے ،

اس عورت کا فرض ہے کہ اگر خون حیض جیسا ہے تو شروع ہوتے ہی احکام کی پابندی شروع کردے ورنہ انتظار کرے اگر تین دن باقی رہنے کا احتمال ہے تو احکام حیض پر عمل شروع کردے ۔

اس کے بعد اگر دس دن سے پہلے ختم ہوگیا تو سب کا سب حیض قرار پائے گا ورنہ عادت کے دن حیض قرار پائیں گے اور باقی استحاضہ ۔

۳ ۔ وقتی اور عددی دونوں عادتیں ۔۔ اگر کسی عورت کے یہاں دو مہینہ تک ایک ہی تاریخ میں حیض شروع ہوا ہے اور ایک ہی عدد تک باقی رہا ہے مثلاً پہلی تاریخ سے شروع ہوا اور سات دن تک چلتا رہا ۔۔ تو جیسے ہی خون شروع ہو اسے حیض تصور کرلے اور پھر اگر دس دن کے اندر تمام ہوگیا تو سب کا سب حیض ہے ورنہ بقدر عادت حیض ہوگا اور باقی استحاضہ چاہے مقررہ وقت سے پہلے ہو یا بعد میں ۔

مضطربہ

اس مقام پر ایک قسم وہ بھی ہوسکتی ہے جہاں کوئی عادت طے نہ ہوسکے اور ہر مہینہ تاریخ بھی بدل جائے اور دن بھی بدل جائیں ۔ ایسی عورت کا فرض ہے کہ جب بھی خون حیض جیسا دیکھے حیض کے احکام پر عمل شروع کردے ۔ اس کے بعد اگر دس دن سے آگے بڑھ جائے تو اگر کچھ دن حیض جیسے نہیں ہیں تو انھیں استحاضہ بنادے اور اگر سب حیض ہی جیسے ہیں تو خاندان کی عورتوں کو نمونۂ عمل قرار دے اور ان کے دنوں کے برابر حیض قرار دے اور باقی استحاضہ اور اگر سب کا حال ایک ہی ہے تو تین دن سے لے کر دس دن تک جس عدد کو چاہے اختیار کرے اور باقی دنوں کی قضا کرے ۔ اگرچہ احتیاط یہی ہے کہ سات دن کو حیض قرار دے اور باقی کے ساتھ استحاضہ کے احکام پر عمل کرے ۔

واضح رہے کہ حیض اور استحاضہ کا بنیادی فرق یہ ہے کہ حیض میں نماز روزہ نہیں ہوسکتا ہے لیکن استحاضہ میں نماز روزہ واجب ہے لہٰذا جب بھی استحاضہ کو حیض سمجھ لیا گیا

اس کی قضا کرنا بہر حال واجب ہوگا۔

اور بہترین بات یہ ہے کہ جب بھی خون کے حیض ہونے میں کوئی شبہ ہو تو ایک درمیانی راستہ پر عمل کرے کہ نماز روزہ کرتی رہے استحاضہ کے احکام کے مطابق — اور ان تمام باتوں سے پرہیز کرتی رہے جو حالت حیض میں حرام ہیں۔

ایسے وقت میں ان چیزوں کا جاننا بھی ضروری ہے جو حیض کی حالت میں حرام ہوتی ہیں اور اس کے بعد استحاضہ کے احکام کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔

حیض کے محرمات

عورت جتنے دنوں حیض کے ایام میں رہتی ہے اسے حسب ذیل امور کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے:

۱۔ وہ کوئی واجب یا مستحب نماز نہیں پڑھ سکتی ہے۔ البتہ اس کے لئے بہتر ہے کہ نماز کے وقت اپنے مصلیٰ پر آکر بیٹھ جائے اور جتنی دیر نماز پڑھتی تھی اتنی دیر ذکر خدا کرتی رہے تاکہ گھر کے بچوں کی تربیت پر غلط اثر نہ پڑنے پائے ورنہ انھیں فوراً یہ خیال پیدا ہوگا کہ نماز کوئی ایسا ہی عمل ہے جو کبھی انجام دیا جاتا ہے اور کبھی چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس طرح بچوں کے ذہنوں سے عظمت نماز کا احساس نکل جائے گا اور وہ گھر کی خواتین کے بارے میں بھی بدگمان ہو جائیں گے کہ یہ کبھی نماز پڑھتی ہیں اور کبھی نہیں پڑھتی ہیں۔ انھیں نہیں معلوم ہے کہ ان کا کل تک پڑھنا عبادت تھا اور آج نہ پڑھنا ہی عبادت ہے۔

واضح رہے کہ عورت نے حیض کے ایام میں جن واجب نمازوں کو چھوڑ دیا ہے ان کی قضا بھی واجب نہیں ہے اور اس طرح عورت کے مرنے کے بعد اگر ورثا اس کی نمازوں کی قضا کرانا چاہیں تو انھیں یہ احساس رہے کہ ماں کی طرف سے وہ فریضہ عائد نہیں ہوتا ہے جو فریضہ باپ کی طرف سے عائد ہوتا ہے۔ باپ کی تیسوں دن کی نمازوں کی قضا واجب ہوگی اگر وہ تارک الصلوٰۃ تھا لیکن ماں تارک الصلوٰۃ بھی ہو تو اس کی اس قدر نمازوں کی قضا کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا فریضہ پروردگار نے مردوں سے کم رکھا ہے اور شاید یہ

اس سوال کا جواب بھی ہے جو اکثر لوگ کیا کرتے ہیں کہ آخر اسلام نے صنف نازک پر پانچ سال پہلے ہی فرائض کیوں عائد کر دئے ہیں اور توانا و تندرست مرد کو پندرہ سال تک آزاد کیوں رکھا ہے۔

اس کا ایک مختصر سا جواب یہ ہے اولاً تو یہ عورت کی جسمانی اور ذہنی ساخت کی تکمیل کی بنا پر ہے جو مرد سے پہلے ہی مکمل ہو جاتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کی کمی آئندہ زندگی میں پوری کر دی جاتی ہے اور ہر مہینہ تین دن سے دس دن تک کی آزادی دے دی جاتی ہے اور اس طرح سال میں کم سے کم ۳۶ دن اور زیادہ سے زیادہ ۱۲۰ دن کی آزادی مل جاتی ہے اور اس طرح دس سال میں ایک سال کی نماز یا ۹ سال کی نماز معاف ہو جاتی ہے اور وہ کمی یقیناً پوری ہو جاتی ہے جس کا احساس ابتدائے بلوغ میں کیا جا رہا تھا واللہ اعلم

۲۔ حالت حیض میں روزہ رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان روزوں کی قضا ضروری ہوگی اور اس کا پہلا راز یہ ہے کہ یہ حادثہ سال میں صرف ماہ رمضان میں پیش آئیگا اور پورے سال میں صرف تین یا دس روزوں کی قضا کرنا ہوگی جو سردیوں کے دنوں میں بھی انجام دی جا سکتی ہے اور یہ ایک نئی سہولت ہے کہ گرمی کے زمانہ میں آزاد کر دیا گیا اور سردی کی قضا کو قبول کر لیا گیا۔

دوسرا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز کی قضا کے ساتھ زندگی کے دوسرے کام انجام نہیں دئے جا سکتے ہیں لیکن روزہ کے ساتھ اسکول میں تعلیم بھی ہو سکتی ہے۔ دفتر میں کام بھی ہو سکتا ہے۔ گھر کے امور بھی انجام دئے جا سکتے ہیں۔ شوہر کی خدمت بھی ہو سکتی ہے اولاد کی تربیت بھی ممکن ہے اور اس طرح ذاتی زحمت کے علاوہ سماجی اور اجتماعی معاملات پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے اور ذاتی زحمت کا معاوضہ ثواب کی شکل میں دے دیا جاتا ہے۔

۳۔ حیض کی حالت میں شوہر سے جنسی تعلقات بھی دخول کی حد تک نہیں ہو سکتے ہیں لیکن دخول کے علاوہ باقی معاملات اور مقدمات میں کوئی حرج نہیں ہے اور انسان کی شہوت اسے دخول ہی پر مجبور کر دے تو عورت کی رضامندی سے دوسرا رُخ اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن جس مقام سے خون برآمد ہو رہا ہے اسے استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس میں طبی نقصان

بھی ہیں اور جنسی نقصانات بھی ہیں کہ خون کا مطالبہ باہر نکلنے کا ہے اور مباشرت کا تقاضا مادہ کو اندر کی طرف کھینچنے کا ہے اور اس طرح دو خواہشات کا ٹکراؤ کوئی بھی بیماری پیدا کر سکتا ہے۔ ہاں خون کے بند ہو جانے کے بعد دخول کیا جا سکتا ہے چاہے عورت نے ابھی غسل حیض نہ کیا ہو کہ دخول میں اس قدر طہارت کی شرط نہیں ہے۔

واضح رہے کہ دوسرے راستہ کے اختیار کرنے پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا ہے کہ یہ اغلام بازی ہے اور وہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اغلام مرد کے ساتھ جنسی عمل کو کہا جاتا ہے۔ عورت کے ساتھ اس عمل کو یہ مہمل نام نہیں دیا جا سکتا ہے ورنہ کل یہ بھی کہہ دیا جائے گا کہ نکاح کے بعد مباشرت کا عمل بالکل زنا جیسا ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے حالانکہ کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہتا ہے اور ہر ایک اس حقیقت سے باخبر ہے کہ زنا غیر شرعی عمل کا نام ہے اور مباشرت ایک شرعی عمل ہے اور اسی طرح اغلام ایک غیر شرعی عمل ہے لہٰذا اس پر زوجہ و شوہر کے معاملات کا قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں کے معاملات تمام لوگوں سے الگ ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو سکتے ہیں۔ اسی عالم میں ایک ساتھ غسل کر سکتے ہیں۔ خود کاری کا عمل جو مرد اپنے ہاتھ سے انجام دیتا ہے تو حرام ہوتا ہے۔ یہی عمل عورت شوہر کے لئے اپنے ہاتھ سے انجام دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مرنے کے بعد شوہر زوجہ کو غسل دے سکتا ہے حالانکہ غسل میں مرد کے لئے مرد اور عورت کے لئے عورت کا ہونا ضروری ہے۔

غرض شوہر اور زوجہ کی دنیا بالکل الگ ہے اور اسلام نے اس زندگی کو اسقدر سہولتوں سے نوازا ہے جو کسی دوسری زندگی کو نہیں عنایت کی ہے اور اس سے صاف اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام خشک تقدس کا مذہب نہیں ہے بلکہ اس میں زندگی کی تمام رنگینیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کی ایک حد پائی جاتی ہے اور اس سے آگے بڑھ جانے کو حیوانیت کہا جاتا ہے۔ انسانیت نہیں کہا جا سکتا ہے۔

۴۔ حیض کی حالت میں عورت کو طلاق دینا بھی صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ نکاح کرنا صحیح تھا اور یہ بھی دلیل ہے کہ اسلام خشک مذہب نہیں ہے اور اس میں حالت حیض میں دخول کے علاوہ دیگر لذتوں کی اجازت موجود ہے۔

طلاق پر پابندی کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس طرح شوہر کو تین دن سے دس دن تک سوچنے کا موقع مل جائے گا اور شائد اس درمیان اسے ہوش آجائے اور دو زندگیاں برباد نہ ہونے پائیں۔ کہ اسلام نے طلاق کو صرف مجبوراً جائز قرار دیا ہے ورنہ وہ اس عمل سے کسی صورت سے راضی نہیں ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جس وقت دو دل الگ ہوتے ہیں اور طلاق کا صیغہ جاری ہوتا ہے تو عرش الٰہی تک ہل جاتا ہے کہ پروردگار نے ان دلوں کو جوڑنے کا حکم دیا تھا۔ توڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ البتہ اگر شیشہ اس طرح ٹوٹ جائے کہ پھر جوڑنا ممکن نہ رہ جائے تو گھر میں رکھ کر افسوس کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اسے باہر نکال دیا جائے شائد یہ ٹوٹا ہوا شیشہ ہی کسی شکستہ دل کے کام آجائے کہ تمام انسان ایک جیسے نہیں ہوتے ہیں اور سب کے ضروریات بھی ایک جیسے نہیں ہوتے ہیں۔

۵۔ حیض کی حالت میں قرآن مجید کے حروف۔ اللہ کے نام اور مخصوص صفات کا چھونا بھی حرام ہے۔ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صرف ثواب کم ہو جائے گا اور یہ بات عام حالات میں بلا وضو پڑھنے میں بھی ہوتی ہے کہ اس کا ثواب با وضو پڑھنے سے یقیناً کم ہوتا ہے۔

۶۔ حیض کی حالت میں مسجدوں میں جا کر ٹھہرنا۔ وہاں سے کوئی چیز اٹھانا اور وہاں کوئی چیز رکھنا بھی حرام ہے چاہے پاک ہی کیوں نہ ہو۔

اس سے یہ اندازہ نہ لگایا جائے کہ عورت اس حالت میں بالکل ایک نجس العین مخلوق ہو گئی ہے۔ یہ درحقیقت مسجد کا اپنا احترام ہے۔ اس کا عورت کی گندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے ورنہ یہی بات حالت جنابت میں مرد کے لئے بھی ہوتی ہے۔ حالانکہ دونوں زندگی کے باقی سارے کام انجام دیتے ہیں۔ عورت انھیں ایام میں گھر کا کھانا پکاتی ہے اور مرد اسی حالت جنابت میں کھا لیتا ہے اور اسلام نے نہ اس کے پکانے پر کوئی پابندی عائد کی ہے اور نہ اس کے کھانے پر۔

حیرت کی بات تو یہ ہے لوگ اپنے گھر کی عورتوں کو اسقدر حقیر اور ذلیل تصور کرتے ہیں کہ وہ مذہب کے کسی کام کی نہیں رہ گئی ہے اور جب باہر سے سامان لے آتے ہیں تو کبھی یہ نہیں سوچتے ہیں کہ جس دکان سے مٹھائی خریدی ہے یا جس ہوٹل سے پوری لائے ہیں۔ اس کے

کس قدر غسل جنابت کے پابند ہیں اور وہاں کی عورتیں کس قدر حیض و نفاس کام کرنے والے
سے پاک و پاکیزہ واقع ہوئی ہیں۔

درحقیقت یہ سب اوہام اور وسوسے ہیں جن کی حقائق کی دنیا میں کوئی قیمت نہیں ہے۔ ہر انسان کا فرض ہے کہ مذہب کے احکام کی پابندی کرے اور اپنے پاس سے احکام بنانے کی کوشش نہ کرے ورنہ ایک دن انھیں لوگوں کے ساتھ حشر ہونے والا ہے جنھوں نے روز اول سے حلال محمدؐ کو حرام بنانے کا سلسلہ شروع کیا تھا اور ان کے در پردہ پیرو کار ابھی تک اس روش کو اپنائے ہوئے ہیں۔

۷۔ حیض کی حالت میں ان چار آیتوں کا پڑھنا حرام ہے جن پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ باقی قرآن کی تلاوت میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ ثواب ہے چاہے کچھ کم ہی کیوں نہ ہو۔

۸۔ حیض کی حالت میں مساجد کی طرح معصومینؑ کے روضوں کے اندر جانا بھی ممنوع ہے۔ اگر ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں تو محروم واپس آنے سے بہتر یہ ہے کہ صحن مقدس میں جا کر ضریح کا رخ کر کے زیارت پڑھ لے کہ علمائے اعلام نے اس حد پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔

۹۔ حیض کی حالت میں اگر عورت حج بیت اللہ کرنا چاہتی ہے تو مسجد کے اندر احرام نہیں باندھ سکتی ہے۔ مسجد کے باہر کسی میقات سے ہی احرام باندھ سکتی ہے۔ اس کے بعد حج کے کسی عمل میں طواف اور اس کی نماز کے علاوہ طہارت کی شرط نہیں ہے لہٰذا سارا حج باطمینان انجام دے سکتی ہے۔ صرف طواف کے لئے طہارت کا انتظار کرنا پڑے گا یا مجبوری کی حالت میں نیابت کا انتظام کرنا پڑے گا۔

واضح رہے کہ حیض کا غسل بھی جنابت کے غسل کی طرح دو طریقوں سے انجام دیا جا سکتا ہے:

ا۔ عورت نیت کر کے پانی کے اندر ایک مرتبہ غوطہ لگا لے۔ غسل مکمل ہو جائے گا۔

ب۔ نیت کے بعد پہلے سر اور گردن کو دھولے اور اس کے بعد سارے بدن کو دھولے۔ غسل مکمل ہو جائے گا۔ چاہے یہ کام کھڑے ہو کر انجام دے یا بیٹھ کر چڈھی پہن کر

انجام دے یا سارے کپڑے اُتار کر۔ ساری دنیا کی نظروں سے بچا کر انجام دے یا شوہر
کی نظر کے سامنے۔

یہ بھی واضح رہے کہ عورت بالکل برہنہ حالت میں صرف شوہر کے سامنے آسکتی ہے!
دوسری عورتوں کے سامنے آنا بھی حرام ہے کہ شرمگاہ کا پردہ بہر حال واجب ہے اور اس کا
ظاہر کرنا نہ مردوں کے سامنے جائز ہے اور نہ عورتوں کے سامنے۔ یہ اور بات ہے کہ خالق حکیم
نے عورت کی ساخت کو ایسا بنایا ہے کہ اس کی شرمگاہ کو فطری طور پر مستور بنا دیا ہے
لیکن پھر بھی اس کا اظہار کسی فرد بشر مرد یا عورت کے سامنے جائز نہیں ہے۔ یہ صرف زوجہ
اور شوہر کی زندگی کی خصوصیت ہے کہ انھیں قرآن مجید نے ایک دوسرے کا لباس بنا دیا ہے
اور لباس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسروں کی نظر سے بچاتا ہے لیکن اس سے بچانے اور
چھپانے والی کوئی شے نہیں ہوتی ہے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ جس طرح غسل جنابت کے بعد نماز کے لئے وضو کی ضرورت نہیں ہے
اسی طرح غسل حیض کے بعد بھی وضو کی ضرورت نہیں ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ غسل جنابت کے
ساتھ وضو جائز بھی نہیں ہے اور یہاں جائز ہے چاہے غسل سے پہلے کر لیا جائے یا غسل کے
بعد۔ لیکن اصل طہارت غسل ہی سے حاصل ہوگی۔

خلاصہ احکام حیض

عورت کی زندگی میں بالغ ہونے کے بعد جب ماہواری خون کا سلسلہ شروع ہوتا
ہے تو پہلے مہینہ میں اس کا فرض ہے کہ جیسے ہی خون حیض کے صفات کے مطابق سیاہی مائل
سُرخ خون کا جلن کے ساتھ سلسلہ شروع ہو اسے عبادات کو ترک کر دینا چاہیے اور جب تک
خون کا سلسلہ جاری رہے اسی حالت میں رہنا چاہیے اور اس کے بعد نماز کی قضا کی ضرورت
نہیں ہے لیکن اگر یہ واقعہ ماہِ رمضان میں پیش آیا ہے تو روزہ کی قضا بہر حال کرنا چاہیے۔

اس کے بعد دوسرے مہینہ میں اگر خون اسی تاریخ کو آیا تو گویا اس کی تاریخ طے
ہوگئی اور آئندہ جب بھی اس تاریخ کو یا اس سے دو ایک روز قبل یا بعد خون کا سلسلہ

شروع ہوا سے حیض کے احکام پر عمل کرنا چاہیۓ اور اگر خدانخواستہ تین دن سے پہلے سلسلہ رُک جاۓ تو ان دنوں کی نماز روزہ کی قضا کرنی چاہیۓ۔

اس کے بعد اگر دوسرے مہینہ میں تاریخ بدل گئی لیکن دنوں کا عدد وہی رہا جو پہلے مہینہ میں تھا یعنی دونوں مہینے میں مثلاً پانچ دن رہا یا سات دن رہا تو جب بھی خون کا سلسلہ شروع ہو اپنے کو حالتِ حیض میں سمجھے۔ پھر اگر مقررہ دنوں سے آگے بڑھ جاۓ اور صفات حیض ہی جیسے ہوں تو دس دن تک اسے حیض ہی تصور کرنا چاہیے لیکن صفات مختلف ہیں تو مقررہ دنوں کو حیض سمجھنا چاہیۓ اور باقی دنوں کو استحاضہ قرار دینا چاہیۓ اور اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیۓ۔

اب اگر کوئی عورت ایسی ہے جس کا کوئی حساب معین نہیں ہے اور ہر مہینہ کی تاریخ بھی الگ ہے اور اس کا عدد بھی مختلف ہے تو خون دیکھنے کے ساتھ حیض کا سلسلہ شروع کر دینا چاہیۓ۔ اس کے بعد اگر دس دن کے اندر تمام ہو گیا تو سارا خون حیض شمار کیا جاۓ گا اور اگر دس دن سے آگے بڑھ گیا تو جس قدر خون میں حیض کے صفات ہوں گے اسے حیض شمار کیا جاۓ گا اور باقی کو استحاضہ قرار دیا جاۓ گا۔

استحاضہ

خونِ حیض کے علاوہ جو خون عورت کی شرمگاہ سے برآمد ہوتا ہے اسے استحاضہ کہا جاتا ہے چاہے خونِ حیض کے ساتھ ہو یا اُس کے قبل و بعد ہو۔ اس خون کی صفت یہ ہے کہ اس کا رنگ عام طور سے زرد ہوتا ہے اور یہ بغیر کسی سوزش اور جلن کے برآمد ہوتا ہے۔ اس خون میں گاڑھا پن بھی نہیں ہوتا ہے۔

اس خون کی تین قسمیں ہیں:

١۔ خون کی جگہ پر روئی کو رکھ کر دیکھا جاۓ اگر روئی تر ہو جاۓ اور جس کپڑے سے روئی کو روکا گیا ہے وہ بھی تر ہو جاۓ تو اس کا نام کثیرہ ہے اور اس

صورت میں عورت کو تین غسل کرنا ہوں گے۔ ایک غسل سے نماز صبح پڑھے گی اور ایک سے نماز ظہرین بلا فاصلہ اور ایک سے نماز مغربین بلا فاصلہ۔ یہاں وضو کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور غسل ہی نماز کے لئے کافی ہے۔

۲۔ اگر روئی تر ہو جائے لیکن خون کپڑے تک نہ پہونچے تو اسے متوسط کہا جاتا ہے اور اس کے لئے دن میں ایک غسل ضروری ہوگا اور ہر نماز کے لئے وضو بھی کرنا ہوگا۔ اگر متوسط نماز صبح سے پہلے شروع ہوا ہے تو غسل نماز صبح کے لئے ہوگا اور باقی نمازوں کے لئے صرف وضو ہوگا اور اگر نماز ظہر کے وقت شروع ہوا ہے تو غسل نماز ظہرین کے لئے ہوگا اور باقی کے لئے وضو اور اگر نماز مغربین سے پہلے شروع ہوا ہے تو غسل نماز مغربین کے لئے ہوگا اور باقی نمازوں کے لئے صرف وضو ہوگا لیکن غسل کے ساتھ بھی وضو بہر حال کیا جائے گا اور اس طرح پانچ وضو بہر حال کرنا ہوں گے چاہے غسل کسی وقت کیا جائے۔

۲۔ اگر خون اس مقدار سے بھی کم ہے اور صرف روئی کے کسی حصہ میں ہے تو غسل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ہر نماز کے لئے وضو کرنا کافی ہوگا اور وضو کے ساتھ خون آلود روئی یا کپڑے کو بھی پاک کرنا ہوگا یا تبدیل کر دینا ہوگا جو کثیرہ میں ضروری ہے اور قلیلہ یا متوسط میں مطابق احتیاط و اولویت ہے۔

واضح رہے کہ استحاضہ قلیلہ میں جس طرح ہر واجب نماز کے لئے وضو ضروری ہے اسی طرح سنتی نمازوں کے لئے بھی وضو کرنا ہوگا اور ایک وضو سے دو نمازیں یا دو طرح کے کام نہیں ہو سکتے ہیں۔

مزید یہ بھی یاد رہے کہ جہاں کہیں بھی عورت یا مرد کے لئے غسل کا امکان نہیں ہے وہاں غسل کے بدلے تیمم سے کام لینا ہوگا اور عبادات کو ترک نہیں کیا جا سکتا ہے۔

احکام استحاضہ

استحاضہ قلیل ہو یا متوسط یا کثیر۔ تینوں صورتوں میں قرآن مجید کے حروف کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ جلد یا حاشیہ کو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کے بعد حیض میں حرام ہو جانے والے

کام استحاضہ میں حرام نہیں ہوتے ہیں اور عورت کی زندگی کا نظام درہم برہم نہیں ہوتا ہے۔

استحاضہ کی حالت میں طلاق بھی ہو سکتی ہے اور عورت مسجد میں داخل بھی ہو سکتی ہے وہاں ٹھہر بھی سکتی ہے۔ سجدہ کی آیتوں کو پڑھ بھی سکتی ہے اور نماز روزہ بھی کر سکتی ہے بلکہ نماز روزہ واجب ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اگر اس کے ذمہ غسل واجب ہے تو یہ سارے کام غسل کے بعد انجام دے اور سیدھے سیدھے نجاست کی حالت میں یہ سارے کام انجام نہ دے۔

استحاضہ کے زمانہ میں عورت سے مباشرت میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اس کی حیثیت اس اعتبار سے بھی حیض جیسی نہیں ہے۔

مختصر یہ ہے کہ حیض کے قبل و بعد اگر کوئی خون آتا ہے اور وہ ولادت کے بعد والا خون نفاس بھی نہیں ہے اور ازالۂ بکارت کا خون بھی نہیں ہے اور عورت کی شرمگاہ پر کوئی زخم بھی نہیں ہے تو اس کا نام خون استحاضہ ہوگا جو کبھی قلیل ہوتا ہے کبھی اوسط درجہ کا اور کبھی کثیر۔ قلیل ہونے کی صورت میں عورت کو ہر نماز کے لئے وضو کرنا ہوگا اور غسل کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اوسط قسم میں دن بھر میں ایک غسل کرنا ہوگا اور باقی ہر نماز کے لئے وضو کرنا ہوگا۔

کثیرہ ہونے کی صورت میں ایک غسل نماز صبح کے لئے۔ ایک نماز ظہرین کے لئے اور ایک نماز مغربین کے لئے۔ یہاں وضو کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ بہتر ضرور ہے۔

آخری صورت میں جس روئی یا کپڑے میں خون لگ گیا ہے اس کا دھونا یا تبدیل کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن اس سے پہلے کی صورتوں میں یہ بھی ضروری نہیں ہے اور اس کے بغیر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن نماز کسی حال میں چھوڑی نہیں جا سکتی ہے۔ نماز صرف حالت حیض میں ترک کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زندگی میں کسی موقع پر بھی نماز چھوڑنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ جو اس بات کا اعلان ہے کہ نماز چھوڑنے کا امکان صرف عورت کی زندگی میں ہے مرد کی زندگی میں ہرگز نہیں ہے۔ اب اگر کوئی مرد نماز چھوڑ دیتا ہے تو اس کا شمار عورتوں میں کیا جا سکتا ہے اور وہ بھی ناپاک قسم کی عورتوں میں۔ طیب طاہر عورتوں میں بھی اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ پاکیزہ کردار عورت اطاعت پروردگار میں نماز چھوڑتی ہے اور یہ مرد صرف اپنی خباثت اور نالائقی کی بنا پر نماز کو نظر انداز کرتا ہے۔

چند عمومی احکام

۱۔ استحاضہ کی صورت میں اگر تمام وقت نماز میں مثلاً زوال آفتاب سے غروب تک کے درمیان کوئی ایسا وقت آجاتا ہے تو عورت کا فرض ہے کہ اپنی نماز کو اسی وقفہ میں ادا کرے بلکہ اگر نماز تمام کرنے کے بعد غروب تک میں ایسا وقفہ آگیا ہے تو نماز ظہرین کو دوبارہ ادا کرے کہ طہارت بہرحال مقدم ہے۔

۲۔ اگر استحاضہ کی حالت بدل جائے۔ قلیلہ، متوسطہ یا کثیرہ ہو جائے یا اس کے برعکس ہو جائے تو وقت نماز موجودہ حالت کے اعتبار سے عمل کرنا ہوگا مثال کے طور پر اگر ظہر کے وقت متوسطہ قلیلہ بن جائے تو اسے متوسطہ کا غسل بہرحال کرنا ہوگا اس کے بعد قلیلہ کا وضو کرنا ہوگا۔ اس کے بعد مغربین کے لئے کسی غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے برخلاف اگر قلیلہ متوسطہ بن جائے تو متوسطہ کے احکام پر عمل کرنا ہوگا اور اس کے علاوہ کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۔ استحاضہ کی صورت میں بھی غسل کا طریقہ وہی ہوگا جو حیض اور جنابت میں ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ حیض کا غسل خون کے خاتمہ کے بعد ہوتا ہے اور یہاں خون کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور غسل ہوتا رہتا ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ اسلام قانون الٰہی ہے جس کی پابندی ہر فرد بشر کا فریضہ ہے اور اس میں کسی شخص کی عقل و فکر یا پسند اور ناپسند کا کوئی دخل نہیں ہے۔

۴۔ استحاضہ کی حالت میں بھی اگر غسل کا امکان نہیں ہے تو اس کے بدلے تیمم کرنا ہوگا۔ بلکہ اگر وضو کا امکان نہیں ہے تو اس کے بدلے بھی تیمم ہی کرنا ہوگا۔

۵۔ حیض اور استحاضہ میں رنگ و کیفیت کے علاوہ تین طرح سے فرق کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ حیض کا زمانہ عام طور سے معین ہوتا ہے لیکن استحاضہ کا کوئی زمانہ نہیں ہوتا ہے۔

ب۔ حیض تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا ہے لیکن استحاضہ اس سے کم اور زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔

ج۔ حیض بلوغ سے پہلے اور ساٹھ سال کے بعد نہیں ہوتا ہے لیکن استحاضہ اس زمانہ میں بھی ہو سکتا ہے!

نفاس

عام طور سے عورت کے یہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بعد رحم سے خون بھی برآمد ہوتا ہے۔ اس خون کو شریعت میں نفاس کہا جاتا ہے اور اس کے بعد بھی غسل کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن اس کے چند اہم احکام اور خصوصیات ہیں جن کا نظر میں رکھنا بیحد ضروری ہے۔

۱۔ اگر ولادت کے بعد بالکل خون نہیں نکلا تو اس عورت کے یہاں نفاس نہیں ہے اور اسے ولادت کے بعد ہی جس نماز کا وقت آگیا ہے فوراً وضو کرکے اس نماز کو ادا کرنا ہوگا۔

۲۔ اگر عورت کے یہاں زوال آفتاب کے بعد بچہ پیدا ہوا اور ایک گھنٹہ کے بعد خون بند ہوگیا تو اسے فوراً غسل کرکے ظہر کی نماز ادا کرنا ہوگی اس لئے کہ نفاس میں کم کی کوئی حد معین نہیں ہے۔

۳۔ اگر عورت کے یہاں نفاس کا سلسلہ شروع ہوا اور خون دس دن کے بعد تک آتا رہا تو اگر حیض میں اس کے دن معین ہیں تو اتنے دن نفاس قرار دے گی اور باقی استحاضہ یعنی حیض کا زمانہ عام طور سے سات دن ہوتا ہے تو سات دن کے بعد غسل کرکے نماز روزہ شروع کر دے گی اور اگر حیض کا زمانہ معین نہیں ہے تو دس دن تک انتظار کرکے غسل کرے گی اور نماز روزہ شروع کر دے گی اور باقی دنوں کے احکام استحاضہ کے ہوں گے۔ ان کا نفاس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

۴۔ نفاس کے زمانہ میں چھوٹنے والی نماز کی قضا واجب نہیں ہے لیکن ماہ رمضان میں نفاس ہوا ہے تو روزہ کی قضا بہرحال کرنا ہوگی۔

۵۔ نفاس کی مدت زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتی ہے اور اس کا حساب ولادت کے بعد خون نکلنے سے ہوتا ہے اور دن سے شروع ہوتا ہے چاہے خون رات ہی سے جاری

ہو جائے اور خون سے مراد بھی وہ خون ہے جو ولادت کے بعد شروع ہوتا ہے ــــ ورنہ وقتِ ولادت جو خون برآمد ہوتا ہے وہ اگرچہ نفاس ہی ہوتا ہے لیکن دس دن کے شمار کرنے میں اس کا حساب نہیں ہوتا ہے۔

۶۔ نفاس کی صورت میں بھی عورت سے مباشرت جائز نہیں ہے۔ دیگر لذتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

۷۔ نفاس کی حالت میں بھی عورت کو طلاق نہیں دی جا سکتی ہے۔

۸۔ نفاس کے موقع پر بھی احتیاطاً آیات سجدہ کا پڑھنا۔ مسجدوں میں داخل ہونا اور ٹھہرنا۔ مسجد میں کوئی چیز رکھنا یا مسجد الحرام اور مسجد پیغمبر اکرمؐ سے گذرنا حرام ہے۔

۹۔ نفاس کا غسل بھی دیگر غسلوں کی طرح دو طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ حوض یا تالاب یا دریا میں غوطہ لگا کر ــــ اور سر و گردن اور سارے بدن کو دھو کر۔

۱۰۔ نفاس کا زمانہ دس دن سے زیادہ بہر حال نہیں ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی عورت نے دورِ قدیم کی جاہلانہ رسم کی بنا پر ۴۰ دن تک نماز ادا نہیں کی ہے تو اسے فوراً کم سے کم تیس دن کی نمازوں کی قضا کر لینی چاہئے ورنہ روزِ قیامت سخت حساب دینا ہو گا اور صاحبِ اولاد ہونے کی ساری خوشی خاک میں مل جائے گی بلکہ اگر اولاد کو یہ معلوم ہے کہ ماں کے جہالت کی بنیاد پر اس کی ولادت کے موقع پر ۴۰ دن نماز ترک کر دی تھی تو اس کی سعادت مندی کا فریضہ ہے کہ ماں کی ان نمازوں کو مرنے کے بعد ادا کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ اسے روزِ قیامت احسان فراموشی کا مجرم شمار کر لیا جائے کہ ماں نے اس کی ولادت کی خاطر اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال دیا اور وضع حمل کی ساری تکلیفوں کو برداشت کر لیا اور اس نالائق نے اس کی غلطی کی تلافی بھی نہ کی اور اسے جہنم کا حقدار ہی رہنے دیا۔

ماں باپ کے لئے کارِ خیر کرنے والوں کو ان خصوصیات کا لحاظ بھی رکھنا چاہئے کہ اگر ماؤں نے بربنائے جہالت نمازیں چھوڑ دی ہیں یا غلط ادا کی ہیں تو ان کے ساتھ ہمدردی کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ ہزاروں روپیہ کی بریانی پکوا کر احباب کو کھلا دی جائے۔ ان کے ساتھ صحیح ہمدردی کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے فرائض کو ادا کرا دیا جائے تا کہ انھیں آتشِ جہنم سے نجات مل جائے اور اولاد کو بھی سعادت مندوں میں شمار کر لیا جائے۔

یہی حال باپ کی غلط نمازوں کا ہے کہ ان کا دوبارہ ادا کرا دینا بھی اولاد کی شرعی یا اخلاقی ذمہ داری ہے جس سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ واضح رہے کہ اگر ولادت کے بعد عورت کا بدن یا لباس نجس ہے تو اسے پاک کر کے نماز ادا کرنا ہو گی اور اگر پاک کرنا یا بدلنا ممکن نہیں ہے اور خون رُک گیا ہے تو اسے غسل کر کے اسی ناپاک لباس کے ساتھ نماز ادا کرنا ہو گی اور نماز کو کسی حال میں ترک نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ترکِ نماز بہر حال حرام ہے اور یہ عمل ایک طرف دین کی عمارت کو منہدم کر دیتا ہے تو دوسری طرف انسان کو جہنم کا حقدار بنا دیتا ہے۔

چند دیگر احکام

اگرچہ عورتوں کے مخصوص احکام میں صرف حیض و نفاس و استحاضہ کو شمار کیا جاتا ہے لیکن ہم نے ضرورت کا احساس کرتے ہوئے جنابت کے احکام کا بھی تذکرہ کر دیا کہ یہ مسئلہ اگرچہ مرد و عورت دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن عورتوں کی ناواقفیت کی بنا پر اس کی بعض نزاکتوں کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ اس کے بعد اسی نکتہ کے تحت چند اور مسائل کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

پردہ

یہ عورتوں کے مخصوص احکام میں شامل ہے کہ ہر عورت کا فرض ہے کہ ان افراد کے علاوہ کہ جن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور جنھیں شریعت میں محرم کہا جاتا ہے۔ تمام افراد کے سامنے اپنے سارے بدن کا پردہ کرے۔ صرف چہرہ اور کلائی تک ہاتھ کھلے رہ سکتے ہیں بشرطیکہ اس سے بھی سماج میں کسی فتنہ اور فساد کا اندیشہ نہ ہو اور سماج بدنیت، بدطینت اور بدنظر نہ ہو ــــ لیکن چہرہ کھلنے کی صورت میں سر کے بالوں کا کھلنا بہر حال حرام ہے

اور اس کے ایک ایک بال کا بند کرنا واجب ہے ورنہ ایک بال بھی کھلا رہ گیا یا باریک ڈوپٹے سے جھلکنے لگا تو نماز باطل ہے اور عذاب لازم ہو جائے گا کہ اسلام میں پردہ واجب ہے ڈوپٹہ واجب نہیں ہے۔ ڈوپٹہ کو بالوں کے لئے پردہ پوش ہونا چاہئے ورنہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے جیسا کہ امیر المومنینؑ نے اہل کوفہ سے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب عورتیں لباس پہن کر بھی برہنہ ہوں گی اور ان کا انجام جہنم کے علاوہ کچھ نہ ہوگا۔

محرم کے سامنے بھی شرمگاہوں کا چھپانا بہرحال واجب ہے۔ مکمل طور پر عریاں ہونا شوہر کے علاوہ کسی کے سامنے جائز نہیں ہے اور تمام مسائل میں سماجی فتنہ و فساد کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ سماج میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے تو عورتوں کا عورتوں کے سامنے برہنہ ہونا یا مردوں کا مردوں کے سامنے برہنہ ہونا حرام ہے چاہے شرمگاہ کا پردہ ہی کیوں نہ ہو۔

اسی لئے قرآن مجید نے عورتوں کو اشارہ دیا ہے کہ کافر عورتوں کے سامنے بھی مقامات زینت کا اظہار نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ان کے حسن و جمال کا تذکرہ اپنے شوہروں اور گھر والوں سے کریں اور اس کے نتیجہ میں مسلمان عورتوں کی عزت و آبرو خطرہ میں پڑ جائے۔

احکام میت

اگر میت عورت کی ہے تو اس کے غسل و کفن کا کام عورت ہی کو انجام دینا چاہیے مرد یہ کام انجام نہیں دے سکتا ہے جب تک بچی کی عمر تین سال سے کم نہ ہو یا وہ سن تمیز سے کم نہ ہو کہ ایسی صورت میں اسے مرد بھی غسل دے سکتا ہے ورنہ عام حالات میں عورت کی میت کو عورت ہی غسل دے گی صرف یہ خصوصیت شوہر کو حاصل ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو غسل میت دے سکتا ہے کہ وہ موت کی بنا پر نامحرم نہیں ہو گیا ہے اور نہ اس کا رشتہ زوجہ سے بالکل کٹ گیا ہے ورنہ ایسا ہوتا تو زوجہ پر سوگ بھی واجب نہ ہوتا اور اسے میراث بھی نہ ملتی کہ میراث رشتہ والوں کو ملتی ہے رشتہ ختم ہو جانے کے بعد کوئی وارث نہیں ہوتا ہے۔

احکام نماز

۱۔ مردوں کی واجب نمازوں میں نماز جمعہ بھی شامل ہے لیکن عورتوں پر نماز جمعہ واجب

نہیں ہے۔ البتہ اگر شرکت کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں اور اگر نماز جمعہ پڑھ لیں گی تو دوبارہ ظہر پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ نماز عید بھی صرف مردوں کے لئے رکھی گئی ہے اور عورتوں سے اس کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے۔

۳۔ مردوں کی نماز میں صبح، مغرب، عشا کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے لیکن عورتوں کے لئے بلند آواز سے پڑھنا واجب نہیں ہے۔ صرف نامحرم سننے والا نہیں ہے تو بلند آواز سے پڑھ سکتی ہیں۔

۴۔ مرد عورت سے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے لیکن عورت نہ آگے کھڑی ہو سکتی ہے اور نہ بالکل برابر۔ بلکہ اسے قدرے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہونا چاہئے تاکہ اس کے پردہ کا ہر اعتبار سے تحفظ ہو سکے اور اس کی شرم و حیا میں محرم افراد کے سامنے بھی فرق نہ آسکے۔

۵۔ نماز جماعت یا مسجد کی نماز مردوں سے مخصوص نہیں ہے۔ اس میں عورتوں کو بھی شریک ہونے کا حق ہے۔ البتہ اگر مسجد میں جماعت نہیں ہے اور احکام سیکھنے کا بھی کوئی موقع نہیں ہے تو بہتر ہے کہ اپنے گھر ہی میں نماز پڑھے کہ اس کے لئے گھر ہی کو مسجد کا مرتبہ دے دیا گیا ہے اور اسے گھر کے کمرہ میں بھی مسجد کا ثواب مل جائے گا۔

جماعت کے اعتبار سے عورت جماعت پڑھ بھی سکتی ہے اور پڑھا بھی سکتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کے ساتھ پڑھنے والی صرف عورتیں ہوں گی۔ مرد نہ ہوں گے اور عورتیں بھی صف میں اس کے ساتھ کھڑی ہوں گی۔ وہ آگے کھڑی نہ ہوگی کہ اسلام عورتوں کے سامنے بھی عورتوں کی شرم و حیا کا تحفظ قائم رکھنا چاہتا ہے۔

۶۔ مرد نماز میں سونا یا ریشم پہن کر نماز پڑھنا چاہے تو اس کی نماز باطل ہے لیکن عورت سونا یا ریشم پہن کر بھی نماز پڑھ سکتی ہے۔

۷۔ عورتوں کے لئے نمازوں میں اذان و اقامت مستحب ضرور ہے لیکن عورت کے لئے ضروری ہے کہ اس طرح آواز بلند نہ کرے کہ نامحرم تک اس کی آواز پہونچ جائے۔

واضح رہے کہ اذان واقامت صرف مردوں کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق مرد و عورت دونوں سے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عورتوں کے لئے مذکورہ شرط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۸۔ عورت نماز جماعت میں شامل ہونا چاہے تو پردہ کے پیچھے کھڑی ہو سکتی ہے جب کہ مرد کے لئے ضروری ہے کہ امام و ماموم اور ماموم و ماموم کے درمیان کوئی شے حائل نہ ہو ورنہ نماز جماعت باطل ہو جائے گی۔

۹۔ اگر کسی باپ کے ذمہ نماز قضا رہ گئی ہے اور اسے ادا کرنے کا موقع نہیں ملا تو اس کے بڑے بیٹے کا فریضہ ہے کہ اس کی نمازوں کو ادا کرے۔ لیکن اگر ماں کے ذمہ نماز باقی رہ گئی ہے تو بیٹے کا ادا کرنا واجب نہیں ہے لہٰذا عورتوں کا فرض ہے کہ اپنی نمازیں مکمل کر کے جائیں۔ اور یہ مطالبہ ان سے حق بجانب اس لئے بھی ہے کہ ان کے ذمہ نمازیں کم واجب کی گئی تھیں اور ہر مہینہ چار۔ چھ دن کی نمازیں معاف کر دی گئی تھیں۔

۱۰۔ عورت پر مردوں کی طرح چاند گہن۔ سورج گہن۔ زلزلہ وغیرہ کی نماز آیات واجب ہو جاتی ہے لیکن اگر اس موقع پر حیض و نفاس کی حالت میں ہے تو اس حالت میں نماز نہیں پڑھ سکتی ہے اور اس کے لئے اولیٰ ہے کہ اس حالت سے نکل جانے کے بعد اس کی قضا کو ادا کر دے (احتیاطاً)۔

روزہ

۱۔ عورت پر حالت حیض میں روزہ واجب نہیں ہے اور نہ رکھ سکتی ہے۔ لیکن بعد میں قضا بہر حال کرنا پڑے گی۔

۲۔ اگر عورت ماہ رمضان میں حاملہ ہے اور روزہ رکھنے سے اس کے یا اس کے بچے کو نقصان پہونچ جانے کا اندیشہ ہے تو اسے چاہئے کہ روزہ ترک کرے اور بعد میں اس کی قضا کرے اور قضا کے ساتھ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کے کھانے کا انتظام کرے۔

۳۔ اگر کوئی عورت اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی ہے یا دوسرے کے بچہ کو دودھ پلا رہی ہے اور دوسرا کوئی دودھ پلانے والا نہیں ہے اور روزہ رکھنے سے بچہ یا خود اس کی ذات کو نقصان پہونچ جانے کا اندیشہ ہے تو اس کا حق ہے کہ روزہ کو چھوڑ دے اور پھر قضا کے ساتھ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائے۔

۴۔ اگر عورت کا حیض و نفاس کا سلسلہ ماہ رمضان کی رات میں تمام ہو گیا ہے تو اس کا فرض ہے کہ صبح کی اذان سے پہلے غسل کر کے روزہ شروع کر دے ورنہ اگر فجر سے پہلے غسل نہیں کیا ہے تو روزہ باطل ہو جائے گا۔ یہی حال ماہ رمضان کی قضا کے روزہ کا بھی ہے۔

۵۔ اگر عورت استحاضہ کثیرہ کی حالت میں ہے تو اس کا فرض ہے کہ روزہ رکھنے کے لئے غسل کی پابندی کرے ورنہ احتیاط کی بنا پر روزہ باطل ہو جائے گا اور دوبارہ رکھنا پڑے گا بلکہ غسل کرنے کی صورت میں بھی احتیاط یہ ہے کہ ایک مرتبہ اذان سے پہلے روزہ کے لئے غسل کرے اور دوبارہ اذان کے بعد (نماز کے لئے) غسل کرے۔

۶۔ اگر شوہر نے روزہ دار عورت کو ماہ رمضان کے دن میں جماع پر مجبور کیا تو اس کے کفارہ کی ذمہ داری بھی شوہر ہی پر ہوگی اور اگر عورت راضی ہو گئی تو اسے خود اپنا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اور پھر دونوں کو حاکم شرع بقدر ضرورت کوڑے بھی لگائے گا کہ جب ساری رات آزاد کر دی گئی ہے تو دن میں ہوس رانی کا کیا جواز ہے۔

خمس وزکوٰۃ

۱۔ اگر عورت صاحب نصاب ہے یا اس کی کوئی اپنی آمدنی ہے تو وقت مقررہ پر اسے اپنی زکوٰۃ یا اپنا خمس بھی ادا کرنا ہوگا اور شوہر کے خمس وزکوٰۃ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ اگر شوہر بقدر واجب نفقہ نہیں دیتا ہے تو عورت سیدانی ہونے کی صورت میں خمس اور عام حالات میں زکوٰۃ لے سکتی ہے اور شوہر کی نالائقی کے غم میں فاقہ کرنے کی کوئی ضرورت

نہیں ہے۔

احکام حج

۱۔ اگر کسی عورت کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ مکہ جا کر حج کر سکتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ حج بیت اللہ انجام دے چاہے اس کا شوہر جانے کے قابل ہو یا نہ ہو۔

۲۔ اگر کسی عورت کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ زیورات ہیں اور ان کو بیچ کر حج کیا جا سکتا ہے تو اس کا فریضہ ہے کہ انھیں بیچ کر حج انجام دے۔

۳۔ اگر کسی عورت کے زیورات عمر کے زیادہ ہونے کی بنا پر بیکار ہو گئے ہیں اور اب ان کا استعمال نہیں ہوتا ہے تو اگلی نسلوں کے لئے بچا کر رکھنا حرام ہے اس کا پہلا فرض ہے کہ اگر اس کی قیمت سے حج ہو سکتا ہے تو اسے بیچ کر حج کرے۔ اگلی نسلوں کا بھی وہی خدا ہے جو اس عورت کا تھا۔

۴۔ اگر کسی عورت کا شوہر نہیں جا سکتا ہے اور وہ صاحب استطاعت ہو گئی ہے تو اس کا فرض ہے کہ حج کے لئے جائے۔ محرم کے ساتھ جانے کی کوئی شرط نہیں ہے جب تک راستہ میں عزت آبرو خطرہ میں نہ ہو جو اس دور میں عام طور سے نہیں ہوتا ہے۔

۵۔ عورت، عورت کی نیابت میں بھی حج کر سکتی ہے اور مرد کی نیابت میں بھی۔ اور اسی طرح اس کے حج کے لئے مرد کو بھی نائب بنایا جا سکتا ہے اور عورت کو بھی۔

۶۔ مرد کے احرام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے کپڑے سلے ہوئے نہ ہوں لیکن عورت سلے ہوئے کپڑے میں بھی احرام باندھ سکتی ہے۔ صرف بہتر یہ ہے کہ احرام کے کپڑے سفید ہوں۔

۷۔ اگر عورت عمرہ یا حج کے احرام کے موقع پر حالت حیض میں ہے تو مسجد کے اندر نہیں جا سکتی ہے اور اس کا فرض ہے کہ احرام کی نیت مسجد کے باہر سے کرے لیکن احرام میں کوئی خرابی نہیں ہے کہ حالت احرام میں پاک ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے۔

۸۔ اگرچہ عورت ریشم کے لباس میں نماز ادا کر سکتی ہے لیکن احرام کے لباس میں احتیاط یہی ہے کہ وہ ریشم کا نہ ہو۔ اس لئے کہ نماز کے احکام الگ ہیں اور احرام کے احکام ا

ہیں اور اسلام میں قیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۹۔ اگر عورت حالت احرام میں ہے اور اس کے شوہر نے زبردستی اس سے جماع کر لیا تو کفارہ کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہوگی۔ خود اس پر نہ ہوگی۔ اور کفارہ بھی ایک اونٹ کی قربانی ہے۔ بکرا نہیں ہے۔

۱۰۔ عورت حالت احرام میں جوتا اور موزہ وغیرہ پہن سکتی ہے۔ اگرچہ یہ چیزیں مردوں کے لئے حرام ہیں۔

۱۱۔ عورت کے لئے حالت احرام میں سارے سر کا چھپانا واجب ہے۔ اگرچہ یہ بات مردوں کے لئے حرام ہے۔

۱۲۔ عورت کے لئے حالت احرام میں چہرہ پر نقاب وغیرہ ڈالنا حرام ہے جبکہ وہاں لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے اور اس طرح انسان کا امتحان کیا جاتا ہے کہ اس کا پردہ رسمی اور سماجی ہے یا حکم الٰہی کی بنیاد پر ہے۔ اگر حکم الٰہی کی بنیاد پر ہے تو جہاں حکم الٰہی بدل جائے وہاں انداز بدل جانا چاہئے۔

۱۳۔ عورت حالت احرام میں بھی بند گاڑی میں اور زیر سایہ سفر کر سکتی ہے اگرچہ یہ بات مردوں کے لئے حرام ہے اور اس کا کفارہ بھی واجب ہے۔

۱۴۔ عورت حالت حیض و نفاس میں طواف نہیں کر سکتی ہے کہ اس کا داخلہ مسجد الحرام میں حرام ہے۔ اب اگر احرام کے بعد حیض آ گیا تو طہارت کا انتظار کرے اور یہ حادثہ عمرہ میں ہوا ہے تو باقی اعمال تمام کر کے حج کا احرام باندھ لے اور حج کے اعمال کے بعد عمرہ کے طواف و نماز کی قضا کرے اور اگر حج کے بعد ٹھہرنا ممکن نہیں ہے تو طواف و نماز کے لئے کسی کو نائب بنا دے اور باقی اعمال خود انجام دے لے۔

۱۵۔ اگر عورت استحاضہ قلیلہ کی حالت میں ہے تو ایک وضو سے طواف کرے گی اور ایک سے نماز پڑھے گی اور اگر استحاضہ متوسطہ ہے تو دونوں کے لئے ایک غسل کرے اور دو وضو اور اگر کثیرہ ہے تو دونوں کاموں کے لئے دو غسل کرے گی اور وضو کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۱۶۔ عورت اگر دن میں شیطان اکبر کو کنکریاں نہیں مار سکتی ہے اور مجمع زیادہ ہو جانے کا اندیشہ ہے تو شب عید ہی یہ کام انجام دے سکتی ہے۔

۱۷۔ مردوں کے لئے حج کے موقع پر سارے سر کے بال کاٹنا بھی جائز ہے اور مختصر بال بھی لیکن عورتوں کے لئے سر منڈانا جائز نہیں ہے اور ان کے لئے چند بالوں کا کاٹ دینا ہی کافی ہے۔

۱۸۔ قربانی اور بال کاٹنے کے بعد اگرچہ احرام کے اکثر محرمات حلال ہو جاتے ہیں لیکن شوہر زوجہ سے کسی طرح کی لذت اندوزی نہیں کر سکتا ہے جب تک طواف نساء انجام نہ دیدے۔

۱۹۔ اگر عورت کو یہ خوف ہے کہ حج کے دوران حیض کا سلسلہ شروع ہو جائے گا تو اسے اختیار ہے کہ احرام حج باندھنے کے بعد عرفات و مزدلفہ جانے سے پہلے طواف حج، نماز طواف اور طواف نساء اور اس کی نماز انجام دے لے تاکہ بعد میں قافلہ والوں کو پریشانی نہ ہو ــــ اور اگر یہ حادثہ اچانک پیش آگیا تو اگر قافلہ والے انتظار کر سکتے ہیں تو طہارت کے بعد طواف حج اور طواف نساء کرے گی ورنہ طواف و نماز کے لئے کسی کو نائب بنا دے گی اور سعی خود انجام دے گی کہ وہ مسجد الحرام سے باہر ہوتی ہے۔

۲۰۔ مکہ مکرمہ میں اگر حرم میں نماز میں مجمع زیادہ ہے اور عورت کو مرد کے آگے جگہ مل رہی ہے تو وہ اسی مقام پر نماز ادا کر سکتی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگرچہ دیگر مقامات پر عورت مرد کے آگے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتی ہے۔

(آقائی سیستانی دام ظلہ)

۲۱۔ اگر کسی عورت نے حج کے موقع پر یا ماہ رمضان میں ماہواری کو روکنے کی گولیاں کھالی ہیں اور خون مسلسل آنے کے بجائے قطرہ قطرہ آجاتا ہے تو اس کا شمار حیض میں نہ ہوگا اور اس کے تمام اعمال صحیح رہیں گے اگرچہ یہ طے ہے کہ گولیاں نہ ہوتیں تو یہ حیض کا زمانہ تھا اور خون مسلسل جاری رہتا۔

۲۲۔ عورت کے لئے مزدلفہ سے گذر جانا بھی کافی ہے۔ تمام رات وقوف کرنے

کی ضرورت نہیں ہے۔

احکام نکاح

۱۔ صیغۂ نکاح میں ایجاب عورت کی طرف سے ہوتا ہے اور وہ اپنی زوجیت کے لئے پیشکش کرتی ہے لہٰذا اس کا فرض ہے کہ مستقبل کے تمام حالات کو نگاہ میں رکھ کر اقدام کرے اور اگر شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رُخی کا خطرہ ہے تو ایجاب ہی میں یہ شرط لگا دے کہ شوہر کی طرف سے زیادتی کی صورت میں طلاق کا اختیار زوجہ کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ شوہر کی وکالت میں صیغۂ طلاق جاری کرالے گی اور پھر شوہر کو بولنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔

۲۔ مہر کا تعین بھی عورت کے ہاتھ میں ہے کہ یہ اس کی طرف سے پیشکش کا ایک معاوضہ ہے لہٰذا معاوضہ طے کرنے کا حق بھی اسی کو ہوگا۔

۳۔ لڑکی اگر بالغ و عاقل ہونے کے ساتھ کنواری بھی ہے تو اسے اپنی شادی کے لئے احتیاطاً باپ یا دادا سے اجازت لینا ہوگی اور اس کے بغیر عقد کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ البتہ اگر کنواری نہیں ہے تو بغیر اجازت بھی عقد کر سکتی ہے کہ اسے زندگی کے راہ و چاہ معلوم ہیں اور وہ کسی راہنمائی کی محتاج نہیں ہے۔ باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے چاہے ماں اور بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

۴۔ اگر شوہر کو معلوم ہو جائے کہ عورت شادی کے پہلے سے دیوانی تھی یا اسے برص یا جذام کا مرض تھا یا وہ اندھی تھی یا لنگڑی تھی یا اس کے مقام خاص پر کوئی اضافی گوشت یا ہڈی وغیرہ تھی تو اسے اختیار ہے کہ طلاق کے بغیر رشتہ کو فوراً ختم کر دے اور کہہ دے کہ مجھے یہ عورت منظور نہیں ہے اور اس طرح رشتہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ البتہ یہ سارے عیب عقد کے بعد پیدا ہو جائیں تو طلاق کے بغیر چھٹکارہ نہیں ہو سکتا ہے کہ زندگی بہرحال حادثات سے خالی نہیں ہو سکتی ہے۔

۵۔ اگر عورت کو یہ معلوم ہو کہ شوہر کے پاس آلۂ تناسل نہیں ہے یا اس میں استادگی

نہیں ہوتی ہے تو اسے بھی اختیار ہے کہ اپنے رشتہ کو فوراً ختم کر دے۔ طلاق لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ نامردی کی صورت میں پہلے مقدمہ حاکم شرع کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہ علاج کی مہلت دے گا۔ اس کے بعد اگر اس مدت میں طاقت نہیں پیدا ہو سکی تو عورت کو نکاح فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا۔

۶۔ اگر عورت کے کسی عیب کی وجہ سے مرد نے نکاح کو توڑا ہے اور ایک مرتبہ بھی دخول ہو چکا ہے تو اسے مکمل مہر ادا کرنا پڑے گا اور اگر دخول سے پہلے یہ کام ہوا ہے تو نہ مرد پر مہر کی کوئی ذمہ داری ہے اور نہ عورت پر عدت کی کوئی ذمہ داری ہے۔ لیکن اگر مرد کے عیب کی بنا پر عورت نے نکاح فسخ کیا ہے تو دخول کے بعد فسخ کی صورت میں مکمل مہر ملے گا اور دخول سے پہلے فسخ کی صورت میں کچھ نہ ملے گا۔ صرف یہ ہے کہ اگر نامردی کی بنا پر عورت نے فسخ کیا ہے تو اسے مقررہ مہر کا نصف حصہ ضرور ملے گا کہ جب مرد کسی قابل نہیں تھا تو عورت کو شادی شدہ قرار دینے کی ضرورت کیا تھی۔

۷۔ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے کنواری ہونے کی شرط سے عقد کیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی بکارت زائل ہو چکی تھی تو مرد کو نکاح توڑنے کا بھی حق ہے اور نکاح کو باقی رکھ کر کنواری اور غیر کنواری کے مہر کے فرق کے برابر رقم مہر میں سے واپس لینے کا بھی حق ہے۔

۸۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے صرف نکاح کر لیا ہے تو بھی اس کی ماں اس کے اوپر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ لیکن اگر پہلے ماں سے عقد کیا ہے تو اس کی بیٹی اس وقت تک حرام نہ ہوگی جب تک زوجہ سے دخول نہ ہو جائے۔ کہ دخول سے پہلے ماں کو طلاق دے کر بیٹی سے عقد کر سکتا ہے۔

۹۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے عقد کر لیا تو اس کی بہن سے اس وقت تک عقد حرام ہے جب تک یہ بہن اس کی زوجیت میں ہے۔ اس کے بعد اگر زوجہ کو طلاق بھی دے دی تو جب تک اس کا عدہ ختم نہ ہو جائے گا اس کی بہن سے عقد نہیں ہو سکتا ہے۔ حد یہ ہے کہ اگر زوجہ کے لئے عدت نہیں بھی ہے جیسا کہ متعہ میں ہوتا ہے جب بھی عدت کی مدت تک دوسری بہن سے عقد نہیں کر سکتا ہے۔

۱۰۔ جس عورت سے عقد کر لیا ہے اس کی بھتیجی یا بھانجی سے بیوی کی اجازت کے بغیر عقد نہیں ہو سکتا ہے لیکن کسی دوسری عورت سے عقد کرنے میں زوجہ کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۱۱۔ اگر کسی عورت سے زنا کیا ہے تو اس کی بیٹی سے احتیاطاً عقد نہیں کرنا چاہیے اور اگر عقد کے بعد اس کی ماں سے زنا کیا ہے تو زوجہ بہرحال حرام نہیں ہوگی۔

۱۲۔ مسلمان عورت کسی کافر سے شادی نہیں کر سکتی ہے نہ دائمی اور نہ متعہ۔ البتہ مسلمان مرد اہل کتاب کی عورت سے متعہ کر سکتا ہے۔

۱۳۔ مسلمانوں کے جن فرقوں کو کافر قرار دے دیا ہے جیسے غالی۔ ناصبی اور خارجی وغیرہ ان سے دائمی یا غیر دائمی کوئی عقد جائز نہیں ہے۔

۱۴۔ اگر کسی شخص نے شوہر دار عورت سے زنا کیا ہے یا رجعی طلاق کی عدت میں زنا کیا ہے تو یہ عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی چاہے اس کا شوہر مر جائے یا عورت کافر رہی ہو اور بعد میں مسلمان ہو جائے۔ اب اس عورت کے اس مرد پر حلال ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

۱۵۔ اگر کسی غیر شوہر دار عورت اور غیر عدہ رجعی والی عورت سے زنا کیا ہے تو اس سے بعد میں عقد کیا جا سکتا ہے لیکن عدت میں ہے تو عدت کے بعد عقد کرے اور اگر کوئی عدت نہیں ہے تو احتیاطاً اس کی توبہ کے بعد عقد کرے۔ ہاں دوسرا شخص بغیر توبہ کے بھی عقد کر سکتا ہے بشرطیکہ عورت زنا میں شہرت نہ رکھتی ہو ورنہ احتیاطاً توبہ کا ہونا ضروری ہے۔

۱۶۔ اگر کسی شخص نے شوہر دار عورت سے جان بوجھ کر عقد کر لیا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی چاہے دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ لیکن اگر ناواقفیت میں عقد کر لیا ہے اور دخول نہیں ہوا ہے تو حرام نہ ہوگی چاہے عورت کو اپنے شوہر دار ہونے کا علم رہا ہو۔ البتہ اس صورت میں بھی اگر دخول بھی ہو گیا ہے تو اب جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

۱۷۔ اگر کسی عورت نے زنا کرا لیا تو وہ اپنے شوہر پر حرام نہ ہوگی۔ اگرچہ شوہر کے لئے بہتر یہی ہے کہ اگر توبہ نہ کرے تو اسے طلاق دیدے۔

۱۸۔ اگر کسی بدبخت شخص نے کسی لڑکے سے بدفعلی کرلی ہے تو اس لڑکے کی ماں، بہن اور بیٹی سے قیامت تک عقد نہیں کرسکتا ہے۔ چاہے فاعل و مفعول دونوں بالغ رہے ہوں یا نابالغ۔

۱۹۔ اگر کسی عورت سے عقد کرنے کے بعد اس کے باپ، بھائی یا بیٹے سے بدفعلی کرلی ہے تو یہ زوجہ بھی احتیاطاً شوہر پر حرام ہوجائے گی۔

۲۰۔ اگر کسی شخص نے حالت احرام میں کسی عورت سے جان بوجھ کر عقد کرلیا تو وہ عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی چاہے عورت حالت احرام میں نہ رہی ہو اور اسی طرح اگر عورت نے احرام میں عقد کرلیا ہے تو مرد پر حرام ہوجائے گی۔ چاہے مرد حالت احرام میں نہ رہا ہو۔

۲۱۔ اگر کسی مرد نے طواف نساء نہیں کیا ہے تو اس پر تمام عورتیں مع بیوی کے حرام ہوجائیں گی اور اگر کسی عورت نے طواف نساء نہیں کیا ہے تو اس پر تمام مرد مع شوہر کے حرام ہوجائیں گے البتہ اگر بعد میں طواف نساء کرلیا تو پھر سب ایک دوسرے پر حلال ہوجائیں گے۔

۲۲۔ نو برس سے کم عمر کی لڑکی سے عقد تو ہوسکتا ہے لیکن دخول نہیں ہوسکتا ہے لہٰذا اگر کسی شوہر نے اپنی نابالغ زوجہ سے دخول کرلیا تو اس کا یہ عمل حرام قرار پائے گا البتہ یہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہ ہوگی چاہے دخول کے نتیجہ میں اس کا مقام خاص پارہ پارہ ہی کیوں نہ ہوگیا ہو۔

۲۳۔ عورت کا فرض ہے کہ جس وقت بھی شوہر اپنی جنسی خواہش کا اظہار کرے فوراً آمادہ ہوجائے اور کسی معقول عذر کے بغیر انکار نہ کرے ــ اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ نکالے خصوصاً اگر اس کے باہر جانے سے شوہر کی خواہش کے پامال ہوجانے کا خطرہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس پر حج واجب ہوگیا ہے تو شوہر کی مرضی کے بغیر پہلے قافلے کے ساتھ نہیں جاسکتی ہے اور اسے اس قافلے کے ساتھ جانا پڑے گا جس کے ساتھ حج ادا ہوجائے اور شوہر کا جنسی حق پامال نہ ہو۔

۲۴۔ اگر عورت شوہر کے جنسی حق کا خیال رکھتی ہے تو اس کے جملہ اخراجات شوہر کے ذمہ واجب ہوں گے اور مطلق انکار کردے تو اس کا کوئی حق نہ ہوگا چاہے شوہر کے گھر کے اندر ہی کیوں نہ رہے۔ لیکن اگر کبھی آمادہ ہوتی ہے اور کبھی بلاوجہ انکار کردیتی ہے تو

گنہگار ضرور ہوگی لیکن اس کا نفقہ کا حق ساقط نہ ہوگا اور مہر دونوں صورتوں میں ادا کرنا پڑے گا کہ مہر کا تعلق عقد اور ایک مرتبہ کے دخول سے ہے۔ اس کے لئے مسلسل آمادگی کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۵۔ شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ عورت کو گھر کے کاموں پر مجبور کرے لیکن اس کا خرچ دینا ہر حال واجب ہے یہاں تک کہ اگر وہ سفر میں ساتھ لے جائے یا عورت اس کی اجازت کے ساتھ سفر کرے تو سفر کے اخراجات بھی برداشت کرنا ہوں گے چاہے گھر سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ اگر شوہر نے اجازت میں شرط کرلی ہے کہ اخراجات کا ذمہ دار نہ ہوگا تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

۲۶۔ اگر شوہر زوجہ کے نفقہ سے انکار کردے تو اسے شوہر کے مال میں سے اپنا خرچ نکال لینے کا حق ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو حاکم شرع سے شکایت کرے اور وہ بھی کچھ نہ کرسکے تو اپنے لئے کوئی کام تلاش کرسکتی ہے اور کام کے دوران شوہر کو باہر نکلنے سے روکنے کا حق نہیں ہے۔

۲۷۔ عورت کو اپنے نفقہ کو معاف کردینے کا مکمل حق حاصل ہے چاہے زندگی بھر کے لئے معاف کردے۔

۲۸۔ زوجہ کا نفقہ تمام اقرباء سے مقدم ہے کہ اگر شوہر کے پاس دو روٹیاں ہیں تو ماں باپ کو اپنی روٹی میں شریک کرسکتا ہے لیکن زوجہ کی روٹی نہیں روک سکتا ہے کہ ماں باپ کا خرچ شریعت نے واجب کردیا ہے اور زوجہ کے خرچ کی شوہر نے ذمہ داری لے کر عقد کیا ہے لہٰذا پہلے اسے ادا کرنا ہوگا اس کے بعد دوسرے حقوق کی باری آئے گی اور شوہر نہ کرسکے گا تو حاکم شرع غریب ماں باپ کی حقوق شرعیہ سے امداد کرے گا اور انہیں بھوکا نہ رہنے دے گا۔

۲۹۔ اگر شوہر وقتی حالات کی بنا پر زوجہ کا خرچ نہیں دے سکتا ہے تو اس کا فریضہ ساقط نہ ہوگا بلکہ یہ حق اس کے ذمہ رہے گا اور جب بھی صاحب مال ہوجائے گا سارا قرضہ ادا کرنا پڑے گا۔ برخلاف اس کے اگر ماں باپ کا خرچ بروقت نہیں دے سکا تو بعد میں اس کی

ادائیگی واجب نہیں ہے۔

۳۰۔ شوہر کو ہر چار راتوں میں سے ایک رات زوجہ کے ساتھ گذارنا بہتر ہے لیکن اگر کسی کے پاس دو بیویاں ہیں اور ایک کے یہاں ایک رات گذاردی ہے تو دوسری کو بھی چار راتوں میں سے ایک رات دینا پڑے گی چاہے کسی طرح کے جنسی تعلقات نہ ہوں۔

۳۱۔ کسی جوان زوجہ سے چار مہینہ سے زیادہ مباشرت نہ کرنا اگر کسی مجبوری کی بنا پر ہے یا اس سے پہلے ہی سے شرط کر لی ہے تو خیر ورنہ یہ عورت پر ظلم اور حرام ہے چاہے عورت دائمی زوجہ ہو یا متوعہ ہو اور چاہے شوہر گھر میں موجود ہو یا حالت سفر میں ہو۔ عورت کی اجازت کے بعد تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۲۔ اگر کسی شخص نے مہر مقرر کئے بغیر نکاح کر لیا ہے تو نکاح صحیح ہے لیکن اسے اتنا مہر ادا کرنا پڑے گا جتنا عام طور سے ایسی عورتوں کا مہر ہوتا ہے۔

۳۳۔ اگر مہر کے فوری ادا کرنے کی شرط کر لی گئی ہے تو عورت کو مہر لئے بغیر شوہر کو اپنے نفس پر قبضہ دینے سے انکار کرنے کا مکمل حق ہے۔ لیکن اگر ایسی کوئی شرط نہیں ہے اور مستقبل میں ادا کرنے کی گنجائش ہے تو پھر انکار کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

۳۴۔ کسی عورت سے متعہ کرنے کے لئے جنسی جذبہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں اور صرف محرم بنانے کے لئے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے۔

۳۵۔ متعہ میں مہر کا طے کرنا ضروری ہے چاہے ایک روپیہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی طرح مدت کا طے کرنا بھی ضروری ہے چاہے ایک گھنٹہ ہی کیوں نہ ہو۔

۳۶۔ اگر عورت متعہ میں یہ شرط کرے کہ دخول نہ ہوگا تو مرد کو اس کی پابندی کرنا ہوگی لیکن اگر بعد میں راضی ہو جائے تو اس کا نام زنا نہ ہوگا کہ زوجہ بہرحال زوجہ ہے۔

۳۷۔ متعہ میں عورت کو نفقہ کا حق نہیں ہوتا ہے اور اسی لئے شوہر کو کام کرنے سے روکنے کا بھی حق نہیں ہے جب تک اس کا حق پامال نہ ہوتا ہو۔ اسی طرح متعہ میں شوہر اور زوجہ کے درمیان میراث بھی نہیں ہوتی ہے لیکن اگر اولاد پیدا ہو جائے تو زندگی میں اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے اور مرنے کے بعد یہ لڑکا بھی اپنے باپ کا وارث ہوگا کہ مدت والا رشتہ

زوجہ اور شوہر کے درمیان ہوتا ہے۔ باپ بیٹے کا رشتہ مدت والا نہیں ہوتا ہے۔

۳۸۔ اگر شوہر متعہ کرنے کے بعد مدت کو معاف کردے تو بھی اگر دخول ہو چکا ہے تو پورا مہر ادا کرنا پڑے گا اور اگر دخول نہیں ہوا ہے تو آدھا مہر بہرحال دینا پڑے گا۔

۳۹۔ اگر کوئی عورت متعہ کی مدت ختم ہونے کے بعد اپنی ہی عدت میں ہے تو انسان اس سے دوبارہ متعہ یا نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ابھی مدت باقی ہے تو اسے ختم کئے بغیر دوبارہ کسی قسم کا عقد نہیں ہو سکتا ہے۔

۴۰۔ باپ یا دادا کو اختیار ہے کہ وہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا عقد صرف محرمیت کے لئے صرف محرمیت قائم کرنے کے لئے کر سکتا ہے لیکن تقاضائے احتیاط یہ ہے کہ اتنی مدت قرار دے جس میں کسی نہ کسی طرح کی لذت کا امکان پایا جاتا ہو اور پھر اس عقد میں کسی طرح کا سماجی فساد یا نقصان نہ ہو ورنہ ولی کا ہر تصرف نابالغ کی مصلحت اور اس کے فائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ اسے نقصان پہونچانے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا جا سکتا ہے۔

احکام نظر

نظر بظاہر تو دیکھنے ہی کو کہتے ہیں لیکن اس کے اسباب و محرکات مختلف ہوتے ہیں اور انھیں اسباب و محرکات کی بنا پر اسے اچھا یا بُرا کہا جاتا ہے۔ ماں اپنی اولاد پر نظر ڈالتی ہے تو اسے لُطف و محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دشمن اپنے دشمن کو دیکھتا ہے تو اسے نظر بد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا محرک اور سبب الگ الگ ہے ورنہ آنکھ بھی ایک ہی جیسی ہے اور دیکھنے کی قوت بھی ایک ہی طرح کی ہے۔

نظر کے انھیں اسباب و عوامل میں ایک جنسی جذبہ ہے جو انسان کو دیکھنے پر اس لئے آمادہ کرتا ہے کہ اس کے ذریعہ جنسی تسکین کا سامان کیا جا سکے جسے عرف عام میں آنکھوں کا سینکنا کہا جاتا ہے اور جس کا ذریعہ عورت کے حسن یا اس کے رخساروں کی گرمی ہوتی ہے۔ شریعت کی زبان میں اسے داعی شہوت کہا جاتا ہے۔

انسان جب کسی دوسرے شخص کو اپنی زوجہ اور کنیز کے علاوہ اس نظر سے دیکھتا ہے

تو اس کے دیکھنے کو حرام کہا جاتا ہے چاہے اس کا نشانہ مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا ضعیف انسان ہو یا جانور۔ حد یہ ہے کہ انسان تصویروں کو بھی اسی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے حرام کے پڑ جانے اور بدکاری وغیرہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے تو وہ بھی حرام ہے۔

اس کے علاوہ اور دوسری نظریں اس وقت تک حرام نہیں ہیں جب تک ان کے ذریعہ انسان کے حرام میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ نہ ہو اور انھیں نظروں کی اولا تیغ پاکیزہ نظر کہا جاتا ہے جن سے اپنے کو بچانا عام طور سے عورت کا فرض نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ نامحرم کے سامنے صرف اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک ہی کھول سکتی ہے۔ سر کے بالوں کا یا جسم کے دوسرے حصوں کا کھولنا بہرحال حرام ہے۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل مسائل قابل توجہ ہیں:

۱۔ اجنبی مرد کا اجنبی عورت کی طرف بلا شہوت کے دیکھنا حرام نہیں ہے۔ اگر نظر صرف چہرہ اور ہاتھوں پر ہو۔ اس کے علاوہ باقی بدن کا دیکھنا حرام ہے اور ان دونوں حصوں کا بھی دیکھنا حرام ہے اگر نظر شہوت کی بنیاد پر ہو۔

۲۔ اجنبی عورت کا اجنبی مرد کے ان حصوں پر نظر کرنا جائز ہے جو عام طور سے کھلے رہتے ہیں جیسے سر۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں پیر وغیرہ۔ بشرطیکہ اس کا محرک بھی شہوت جنسی نہ ہو۔

۳۔ آوارہ اور لا مذہب قسم کی عورتیں جو احکام شریعت کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں ان کے جسم کے ان تمام حصوں پر نظر کی جا سکتی ہے جو عام طور کھلے رہتے ہیں بشرطیکہ ارادہ شہوت کا نہ ہو اور عورت برہنہ کلب کی ممبر نہ ہو ورنہ ایسی عورتوں کا تو سارا جسم کھلا رہتا ہے اور جواز نظر میں اسقدر وسعت نہیں پائی جاتی ہے۔

اس جواز نظر کا سبب بھی یہی ہے کہ نظر کا حرام ہونا درحقیقت عورت کا ایک احترام ہے اور جو عورت خود اپنا احترام نہیں کرتی ہے اس کا شریعت میں بھی کوئی احترام نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورت شوہر سے الگ ہو تو دوسرا شخص عدت گذرنے سے پہلے اس سے عقد نہیں کر سکتا ہے کہ اس کی سابقہ زوجیت کا احترام ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی عورت زانیہ ہے اور وہ ابھی زنا کر کے الگ ہوئی ہے اور دوسرا شخص اس سے عقد کرنا چاہتا ہے تو ج

ماہ تک انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جس نے خود اپنی زندگی کو پاکیزہ نہیں رکھا ہے۔ اس کے ناپاک تعلقات کا احترام ہم پر واجب نہیں ہے۔

۴۔ کسی بھی شخص کی شرمگاہوں پر نظر کرنا حرام ہے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو یا سمجھدار نابالغ ہی کیوں نہ ہو۔ اور چاہے نظر براہ راست ہو یا آئینہ اور صاف پانی کے ذریعہ ہو۔ صرف زوجہ اور شوہر ایک دوسرے کے مکمل جسم پر نظر کر سکتے ہیں۔

۵۔ انسان اپنی محرم عورتوں کے جسم پر نظر کر سکتا ہے لیکن شرمگاہوں پر نہیں اور جسم کے ان حصوں پر نہیں جن سے فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو کہ نگاہ لذت بہرحال حرام ہے۔

۶۔ عورت عورت کے جسم پر اور مرد مرد کے جسم پر بھی لذت کی نگاہ سے نظر نہیں کر سکتا ہے اور یہ اس کے لئے حرام ہے۔

۷۔ جس نامحرم عورت کو انسان پہچانتا ہے اس کی تصویر کو بھی دیکھنا حرام ہے۔ البتہ اگر صرف چہرہ اور ہاتھ کھلا ہے اور نظر شہوت کی بنا پر نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۸۔ ضرورت کے موقع علاج وغیرہ کی غرض سے مرد نامحرم عورت کے جسم پر اور عورت نامحرم کے جسم پر نظر کر سکتی ہے لیکن پہلی شرط یہ ہے کہ دوسرا کوئی راستہ علاج کا نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ آئینہ وغیرہ میں نظر کر کے کام نہ ہو سکتا ہو۔

یہی حال جسم کو ہاتھ لگانے کا ہے کہ وہ نظر سے زیادہ شدت سے حرام ہے۔

چند معاشرتی احکام

جو شخص اپنے نفس پر کنٹرول نہیں کر سکتا ہے اور اسے حرام میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے اس کا فرض ہے کہ جلد سے جلد شادی کر لے اور اپنے کو حرام سے محفوظ رکھے۔ چاہے مرد ہو یا عورت۔

۲۔ اجنبی مرد کا نامحرم عورت کے ساتھ کسی ایسے مقام پر اکٹھا ہونا جہاں حرام میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو حرام ہے چاہے کوئی تیسرا آدمی بھی وہاں پہونچ سکتا ہو۔

۳۔ اگر کوئی شخص اس نیت سے عقد کرے کہ مہر ادا نہیں کرنا ہے تو بھی نکاح صحیح ہے لیکن اتنا مہر بہرحال ادا کرنا ہوگا جو عام طور پر ایسی عورتوں کا ہوتا ہے۔

۴۔ اگر مسلمان عورت کا شوہر کافر ہوجائے تو اس کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا فرض ہے کہ چار مہینہ عدت وفات رکھ کر اپنے کو زوجیت سے مکمل طور پر الگ تصور کرے کہ ایسا شوہر مردہ کے برابر ہے۔ حیات اسلام کا حصہ ہے۔ اس کے علاوہ ہر عقیدہ انسانیت کی موت ہے۔ البتہ اگر شوہر کافر سے مسلمان ہوا تھا اور دوبارہ پھر کافر ہوگیا ہے اور یہ کام دخول کے بعد ہوا ہے اور عورت بھی ساٹھ سال کی نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ تین ماہ طلاق جیسی عدت رکھے اور اس دوران شوہر پھر مسلمان ہوجائے تو اسے شوہری کیلئے قبول کرلے۔

۵۔ اگر عورت نے نکاح ہی میں شرط کر لی ہے کہ اپنے شہر سے باہر نہیں جائے گی تو شوہر کو جبر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ خود ہی راضی ہوجائے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

۶۔ اگر کسی شخص کی زوجہ کے پاس دوسرے شوہر سے لڑکی ہے اور خود اس کے پاس دوسری زوجہ سے کوئی لڑکا ہے تو وہ اس لڑکے کا عقد اس لڑکی سے کر سکتا ہے۔ جہاں گویا کہ گھر میں دو طرح کے رشتے جمع ہوگئے۔ باپ کا عقد ماں سے ہوگیا اور بیٹے کا عقد بیٹی سے ہوگیا لیکن حقیقتاً یہ دونوں بھائی بہن نہیں ہیں ورنہ رشتہ قطعاً حرام ہوتا۔

۷۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا اور بعد میں دونوں نے عقد کر لیا اور معلوم ہو سکا کہ اولاد حلال دور کی ہے یا حرام زمانے کی تو اسے قانوناً حلال ہی تصور کرنا پڑے گا

۸۔ اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ میں یائسہ ہوں یعنی ساٹھ سال کی ہوگئی ہوں تو اس دعویٰ کا ثبوت درکار ہے کہ یہ روز اول سے ایسی نہیں تھی۔ لیکن اگر یہ کہے کہ میرا کوئی شوہر نہیں ہے تو یہ دعویٰ قبول کر لیا جائے گا کہ پیدائشی طور پر ہر عورت بلا شوہر ہوتی ہے۔

۹۔ اگر کسی عورت نے یہ بتایا کہ میں شوہر دار نہیں ہوں اور انسان نے اس سے عقد کر لیا اور بعد میں کوئی شوہر ہونے کا دعویدار پیدا ہوگیا تو جب تک اس کی شوہریت ثابت نہ ہو جائے عورت کا قول اپنے بارے میں قابل قبول رہے گا۔

۱۰۔ باپ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دودھ بڑھائی یعنی دو سال سے پہلے بچہ کو اس کی ماں سے جدا کر دے بلکہ احتیاطاً سات سال تک ایسا اقدام نہیں کرنا چاہئے۔

۱۱۔ اگر کسی شخص کے پاس کوئی ایسا شخص پیغام لے کر آئے جس کا دین بھی صحیح ہو ا

اخلاق بھی تو اسے چاہئے کہ فوراً لڑکی کا عقد کر دے ورنہ سرکار دو عالم کا ارشاد ہے کہ ایسا نہ کرنے سے سماج میں فتنہ و فساد عظیم کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

۱۲۔ اگر عورت شوہر سے اس بات پر مصالحت کرے کہ وہ اپنے مہر کا مطالبہ نہیں کرے گی بشرطیکہ وہ دوسرا عقد نہ کرے تو شوہر کا فرض ہے کہ عقد ثانی نہ کرے اور عورت کا فرض ہے کہ مہر کا تقاضا نہ کرے۔

۱۳۔ اگر کسی کا باپ زنا سے پیدا ہوا تھا اور وہ خود باپ کے عقد کے بعد پیدا ہوا ہے تو اسے ولد الحلال ہی تصور کیا جائے گا اور ولد الزنا نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ولد الزنا زنا کی اولاد ہے یہ کوئی نسل یا قوم نہیں ہے۔

۱۴۔ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے ماہ رمضان کے دن میں یا حیض کی حالت میں مباشرت کی اور بچہ پیدا ہوگیا تو اس بچہ کو حلال ہی کہا جائے گا۔ اس لئے کہ عورت ماہ مبارک میں یا حیض میں بھی زوجہ ہی رہتی ہے نامحرم نہیں ہو جاتی ہے۔ صرف اس کے ساتھ جنسی عمل حرام ہو جاتا ہے جس کی سزا بہر حال برداشت کرنا پڑے گی۔

۱۵۔ اگر کسی عورت کو اپنے گمشدہ شوہر کی وفات کا یقین ہوگیا اور اس نے دوسرا عقد کر لیا اور بعد میں شوہر مل گیا تو فوراً اس شوہر سے الگ ہو کر اپنے شوہر کی طرف چلی جائے اور اس شوہر سے دخول کی صورت میں پورا مہر وصول کرے۔ لیکن پہلے شوہر سے مکمل جنسی تعلقات کا امکان نہیں ہے جب تک دوسرے شوہر سے جدائی کی بنا پر عدت نہ رکھے اور اس عدت کا نفقہ بھی اصلی شوہر پر ہوگا دوسرے شوہر پر نہ ہوگا۔

عورت کا فلسفہ یہ ہے کہ عورت نے دھوکہ میں ہی عقد کیا تھا۔ زنا نہیں کیا تھا اور عقد میں بہر حال عدہ ضروری ہے اور اس کا احترام فرض ہے۔ رہ گئے دخول کے علاوہ باقی معاملات تو وہ اصلی شوہر کے لئے جائز ہیں اور وہ اس کے ساتھ شوہر اور زوجہ جیسی زندگی گزار سکتا ہے۔ صرف مباشرت نہیں کر سکتا ہے۔

احکام رضاعت (دودھ پلائی)

رضاعت سے پیدا ہونے والے رشتوں کے لئے حسب ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے

اور ان کے بغیر کسی طرح کا کوئی رشتہ نہیں پیدا ہوتا ہے :

۱۔ دودھ پلانے والی زندہ ہو ورنہ اگر کسی نے مردہ عورت کا دودھ پیا ہے تو اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۲۔ دودھ حلال طریقہ سے پیدا ہوا ہو ورنہ زنا سے پیدا ہونے والے دودھ سے کوئی بڑا اثر نہیں پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ بچہ دودھ عورت کے پستان سے پئے۔ دوہا ہوا دودھ کوئی اثر نہیں کرتا ہے۔

۴۔ دودھ بھی خالص ہو ورنہ بچہ کے منھ میں کوئی اور چیز بھی رکھ دی ہے تو کوئی اثر نہ ہوگا۔

۵۔ سارا دودھ ایک ہی شوہر سے پیدا ہوا ہو۔ ورنہ اگر چند مرتبہ ایک شوہر کا دودھ پلایا اور باقی دوسرے شوہر کا تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

۶۔ بچہ دودھ کو ہضم بھی کر لے ورنہ قے کر دینے کا کوئی حساب نہ ہوگا۔

۷۔ اس قدر دودھ پئے کہ اس سے گوشت پیدا ہو سکے اور ہڈیاں مضبوط ہو سکیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ ایک شب و روز مسلسل پیتا رہے یا متفرق اوقات میں کم سے کم پندرہ مرتبہ پیٹ بھر کر پئے۔

۸۔ یہ سارا کام دو سال کی عمر کے اندر ہو جائے ورنہ اس کے بعد دودھ پینے کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر زوجہ کا دودھ پی لے تو وہ اس کا فرزند نہیں ہو جائے گا اگرچہ اس کا یہ کام گھناونا ہی کہا جائے گا۔

مسائل رضاعت

۱۔ جس بچہ نے کسی عورت کا دودھ پی لیا ہے اور شرائط کے مطابق پی لیا ہے۔ اس پر حسب ذیل عورتیں حرام ہو جائیں گی :

ا۔ دودھ پلانے والی عورت۔ کہ وہ اس کی ماں ہو چکی ہے۔

ب۔ اس کی ماں چاہے نسبی ہو یا رضاعی کہ اس کی حیثیت نانی کی ہے۔

ج۔ اس کی اولاد اگر نسبی ہوں کہ وہ سب اس کی بہنیں ہیں۔

د۔ اس کی اولاد کی لڑکیاں کہ یہ دودھ پینے والا ان کا چچا یا ماموں بن چکا ہے۔

ہ۔ اس کی بہنیں چاہے رضاعی ہی کیوں نہ ہوں کہ یہ سب اس بچہ کی خالائیں ہیں۔

و۔ اس کی پھوپھیاں اور خالائیں کہ یہ سب بچہ کی پھوپھیاں اور خالائیں بن چکی ہیں۔

ز۔ جس مرد سے دودھ پیدا ہوا تھا اس کی لڑکیاں۔ چاہے نسبی ہوں یا رضاعی کہ یہ سب اس کی بہنیں ہیں۔

ح۔ صاحب شیر کی مائیں۔ چاہے نسبی ہوں یا رضاعی کہ یہ سب اس کی نانی بن چکی ہیں۔

ط۔ صاحب شیر کی بہنیں۔ چاہے نسبی ہوں یا رضاعی کہ یہ سب اس کی پھوپھیاں ہیں۔

ی۔ صاحب شیر کی پھوپھیاں اور خالائیں یا اس کے ماں باپ کی پھوپھیاں اور خالائیں کہ یہ سب بچہ کی نانیاں اور دادیاں ہیں۔

یا۔ صاحب شیر کی بیویاں کہ یہ سب اس کے باپ کی بیویاں اور اس کے لئے بمنزلہ ماں کے ہیں۔

۲۔ اگر کسی بچی نے کسی عورت کا دودھ پی لیا ہے تو اس پر حسب ذیل مرد حرام ہو جائیں گے۔

ا۔ صاحب شیر۔ جس سے پیدا ہونے والا دودھ پیا ہے کہ یہ اس کا باپ بن چکا ہے۔

ب۔ صاحب شیر کے باپ دادا کہ یہ سب بچی کے آباء و اجداد میں شامل ہو گئے ہیں۔

ج۔ صاحب شیر کی نسبی یا رضاعی اولاد کہ یہ سب بچی کے برادران میں شامل ہیں۔

د۔ صاحب شیر کے برادران کہ یہ سب بچی کے چچا ہیں۔

ہ۔ صاحب شیر کے اعمام و اخوال یا اس کے ماں باپ کے اعمام و اخوال کہ یہ سب بچی کے نانا دادا بن چکے ہیں۔

۳۔ کسی دودھ پینے والے بچے یا بچی کا باپ دودھ پلانے والی عورت کی نسبی لڑکیوں سے عقد نہیں کر سکتا ہے۔

۴۔ کسی دودھ پینے والی بچی یا بچے کا باپ صاحب شیر کی لڑکیوں سے بھی عقد نہیں کر سکتا ہے۔

۵۔ دودھ پلانے والی عورت یا اس کی لڑکیاں دودھ پینے والے کے بھائیوں پر حرام نہیں ہوتی ہیں۔

۶۔ دودھ بھائیوں میں برادری قائم ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ دونوں نے ایک ہی مرد سے پیدا ہونے والا دودھ پیا ہو ورنہ اگر عورت نے دو شادیاں کی ہیں اور دونوں شوہروں کے دودھ کو ایک ایک بچہ کو پلایا ہے تو وہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی یا بہن نہیں ہوں گے۔

۷۔ رضاعت سے رشتہ ضرور پیدا ہوتا ہے اور عقد بھی حرام ہو جاتا ہے لیکن میراث کا سلسلہ قائم نہیں ہوتا ہے کہ میراث صرف نسبی رشتہ داروں کا حصہ ہے اور ان کے علاوہ کوئی میراث کا حقدار نہیں ہے۔

آداب رضاعت

۱۔ اگرچہ ماں پر بچہ کو دودھ پلانا واجب نہیں ہے اور ماں اور بچہ دونوں کے کھانے پینے کی ذمہ داری باپ پر ہے لیکن پھر بھی دودھ پلانے میں ماں کا حق دیگر عورتوں پر مقدم ہے کہ اگر دوسری عورتیں بھی اسی قدر اجرت مانگ رہی ہیں یا مفت دودھ پلانے کے لئے تیار ہے تو باپ کو حق نہیں ہے کہ بچہ کو ماں سے جدا کر کے دوسری عورت کے حوالہ کر دے۔ اس لئے کہ فطرت نے دونوں میں ہم آہنگی رکھی ہے اور بچہ نے جہاں نو ماہ گذارے ہیں۔ دودھ اسی فضا میں پیدا ہوا ہے لہذا اس سے زیادہ بہتر غذا بچہ کے لئے کوئی اور غذا نہیں ہو سکتی ہے۔

۲۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے بچہ کو دودھ پلانے کے لئے اس عورت کا انتخاب کرے جو مسلمان۔ مومنہ، عاقلہ اور بہترین صفات کی مالک ہو کہ دودھ میں بہرحال ماں کی زندگی کا اثر آسکتا ہے۔ کافرہ۔ احمق۔ بدصورت اور بدکار عورت سے یہ کام لینا نامناسب اور مکروہ ہے۔

۳۔ مناسب یہ ہے کہ بچہ کو کم سے کم ۲۱ ماہ تک دودھ دیا جائے اور اس سے پہلے ماں سے الگ نہ کیا جائے جس طرح کہ دو سال کے بعد دودھ پلانا نامناسب ہے۔ اگرچہ حرام نہیں ہے۔

۴۔ مناسب یہ ہے کہ دودھ پلانے میں تمام عورتوں کو آزاد نہ چھوڑ دیا جائے

وہ جس کو چاہیں دودھ پلا دیں اور پینے والوں کو اپنے رشتوں کا بھی حساب نہ معلوم ہو اور مستقبل میں کسی بدترین گناہ میں مبتلا ہو جائیں اور رضاعی ماں۔ بہن ہی کو اپنی زوجہ قرار دے لیں۔

۵۔ اگر دوسرے کے بچہ کو دودھ پلانے سے شوہر کے حقوق پر اثر پڑتا ہے تو عورت کو اس کار خیر کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

۶۔ رضاعت کے ثابت ہونے کے دو طریقے ہیں:

ا۔ ایک یا متعدد اشخاص کے بیان سے انسان کو یقین یا اطمینان حاصل ہو جائے۔

ب۔ دو عادل گواہی دیں کہ انھوں نے بچہ کو دودھ پیتے دیکھا ہے۔ لیکن یہ بات ایک مرد، دو عورتیں یا چار عورتوں کی گواہی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔

احکام طلاق

۱۔ عورت حالت حیض و نفاس میں ہے تو اس کی طلاق صحیح نہیں ہو سکتی ہے۔ مگر یہ کہ اس سے دخول نہ ہوا ہو یا اس کا حاملہ ہونا واضح ہو چکا ہو یا شوہر ایسی جگہ پر ہو جہاں سے عورت کی حالت کا دریافت کرنا ممکن نہ ہو اور شوہر کی جدائی کو ایک ماہ گذر چکا ہو تو کسی بھی حالت میں طلاق دی جا سکتی ہے۔

۲۔ حیض و نفاس ہی کی طرح عورت کو اس پاکیزگی کے زمانہ میں بھی طلاق نہیں دی جا سکتی ہے جس میں شوہر اس سے مقاربت کر چکا ہے۔ گویا طلاق کے لئے ضروری ہے کہ یہ طہارت کا زمانہ گذر جائے۔ اس کے بعد حیض کا زمانہ آکر بھی گذر جائے۔ اس کے بعد اس کو طلاق دی جا سکتی ہے۔ تاکہ اس دوران شوہر کو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کا موقع مل جائے شائد پروردگار اصلاح کا کوئی نیا راستہ نکال دے۔

۳۔ جس عورت سے متعہ کیا ہے اس کے لئے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ جس دن مدت ختم ہو جائے گی اس کا رشتہ خود بخود ختم ہو جائے گا اور اس سے پہلے ختم کرنا چاہتا ہے تو باقی مدت عورت کو بخش دے۔ رشتہ خود بخود تمام ہو جائے گا۔

۴۔ عورت اگر نو سال سے کم عمر کی ہے یا ۶۰ سال سے اوپر کی ہے یا اس سے دخول نہیں

ہوا ہو تو اس کی طلاق میں عدت کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ طلاق کے فوراً بعد وہ دوسرا عقد کرسکتی ہے۔ مگر یہ کہ دخول کے بغیر ہی دونوں کی شرمگاہوں کے اتصال کی صورت میں عورت کی شرمگاہ نے مرد کے پانی کو اندر کھینچ لیا ہو تو ایسی صورت میں اسے عدت گذارنا پڑے گی۔

۵۔ حمل نہ ہونے کی صورت میں عدت کا زمانہ تین طہارت کا زمانہ ہے کہ اگر طلاق دینے کے ایک دن کے بعد حیض شروع ہوگیا تو یہ ایک دن کا زمانہ بھی اسی طہارت میں شمار ہوجائے گا۔ اس کے بعد اگر حیض تین دن رہا اور اس کے بعد دس دن طہارت کے گذرنے کے بعد پھر تین دن کے لئے حیض آگیا تو کل عدت کی مدت ۲۷ دن میں تمام ہوجائے گی۔ دو حیض چھ دن اور تین طہارت کا زمانہ تقریباً ۲۶-۲۷ دن۔

لیکن اگر عورت حاملہ ہے تو اسے ولادت تک عدت میں رہنا پڑے گا اور وہ دوسرا عقد نہیں کرسکتی ہے۔

اگر کسی عورت کے یہاں حیض کا سلسلہ نہیں ہے اور اس عمر میں دوسری عورتوں کے یہاں حیض آتا ہے تو اسے تین ماہ عدت کے گذارنا ہوں گے۔

۶۔ ممتوعہ عورت کی مدت متعہ ختم ہونے کے بعد اگر اس سے دخول ہوچکا ہے تو دو کامل حیض تک انتظار کرنا ہوگا اور اگر حیض کا سلسلہ نہیں ہے تو ۴۵ دن انتظار کرنا ہوگا۔ حاملہ ہے تو اسے بھی وضع حمل کا انتظار کرنا پڑے گا کہ متعہ کی اولاد بھی واقعی اولاد ہے۔ اس کے احترام کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ طلاق کی عدت طلاق کے وقت سے شروع ہوجاتی ہے کہ اگر عورت کو طلاق کی اطلاع عدت کا زمانہ گذرنے کے بعد ملی ہے تو وہ اسی دن دوسرا عقد کرسکتی ہے۔

۸۔ جس عورت کا شوہر مرجائے اسے چار مہینہ دس دن عدت رکھنا ہوگی۔ چاہے بالغ ہو یا نابالغ۔ ساٹھ سال سے کم ہو یا زیادہ۔ دائمی عقد ہو یا متعہ۔ دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اس مدت میں اسے زینت و آرائش کا بھی حق نہیں ہے کہ اس کے فرائض میں شوہر کا سوگ بھی شامل ہے لیکن اس سوگ کا مطلب اپنے فرائض یا مستحبات کا ترک کرنا نہیں ہے بلکہ بوقت ضرورت گھر سے باہر بھی جاسکتی ہے اور نماز جماعت وغیرہ میں بھی شر

کرسکتی ہے۔

۹۔ عورت کی طلاق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) بائن (۲) رجعی

بائن وہ طلاق ہے جس میں عدت ہو بھی تو عدت کے زمانہ میں دوبارہ عورت کو واپس بلالینے کا حق نہ ہو جب تک دوسرا نکاح نہ پڑھا جائے جیسے نابالغ عورت کی طلاق یا یائسہ عورت کی طلاق۔ یا بغیر دخول والی طلاق کہ ان سب میں عدت ہی نہیں ہے۔ یا دو مرتبہ رجوع کرلینے کے بعد تیسری طلاق کہ یہاں عورت کا عقد ثانی لازم ہوگیا ہے۔ یا وہ طلاق جس کی خواہش عورت نے کی ہے یا نفرت طرفین سے ہے۔ یا شوہر کے نفقہ نہ دینے کی صورت میں حاکم شرع نے طلاق دے دی ہے کہ ان مقامات پر عدہ ہے لیکن رجوع کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ عقد ثانی کرنا ہوگا۔

ان تمام صورتوں کے علاوہ باقی تمام طلاقیں رجعی ہیں کہ شوہر کو عدت کے زمانہ بغیر کسی عقد کے واپس بلالینے کا حق ہے اور اس میں کوئی اشکال شرعی نہیں ہے کہ عورت اس زمانہ میں زوجہ تو نہیں رہتی ہے لیکن زوجیت کے حکم میں رہتی ہے کہ اس متزلزل زوجیت کو ثابت و پائیدار بنانے کا امکان باقی ہے۔

۱۰۔ عدت رجعی کے زمانہ میں قیام و طعام کی ذمہ داری شوہر ہی پر ہوگی اور عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے جب تک شوہر اجازت نہ دیدے اور شوہر کو نکالنے کا حق نہیں ہے جب تک عورت کسی بدترین گناہ کی مرتکب نہ ہو کہ اس طرح ایک ساتھ رہنے میں شوہر کی رائے کے بدل جانے کا امکان پایا جاتا ہے اور یہی مقصود شریعت ہے۔

۱۱۔ رجوع کرنے کے لئے کسی خاص لفظ کی ضرورت نہیں ہے اور نہ شاہدین عادلین کی ضرورت ہے اور نہ عورت کو اطلاع کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اگر اپنے مقام پر یہ کہہ دیا کہ میں نے رجوع کرلیا تو کافی ہے لیکن عورت کے سامنے اس کا اثبات کرنا پڑے گا۔ اور بہترین رجوع یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل انجام دیدے جو شوہر کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

۱۲- اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو طلاق رجعی دی اور طلاق کے بعد رجوع کر لیا یا عدت گذرنے کے بعد دوبارہ عقد کر لیا اور ایک عرصہ کے بعد پھر دوبارہ طلاق دے دی اور پھر دوبارہ رجوع کر لیا یا عقد ثانی کر لیا تو تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد اس وقت تک واپس بلانے کا حق نہیں ہے جب تک عورت دوسرا عقد نہ کر لے اور وہ عقد بھی دائمی ہو اور اس میں شوہر سے دخول بھی ہو جائے اور پھر وہ شوہر طلاق دیدے یا مر جائے اور اس کا عدہ بھی تمام ہو جائے۔

طلاق خلعی

واضح رہے کہ اسلام میں طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے۔ عورت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے جس طرح کہ نکاح میں ایجاب کرنے کا حق صرف عورت کو تھا اور مرد کو کسی طرح کا جبر کرنے کا حق نہیں تھا۔ مالک نے رشتہ کو جوڑنے کا کام عورت کے حوالہ کیا ہے کہ اس میں جذبات کی زیادہ ضرورت ہے اور رشتہ کو توڑنے کا کام مرد کے حوالہ کیا ہے کہ اس میں جذبات سے زیادہ صبر و تحمل کا کام ہے اور یہ عنصر مرد کی زندگی میں عورت سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

طلاق خلعی کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہوتا ہے اور بیزاری کا اظہار وہ کرتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر مرد صرف مہر کے بخش دینے ہی پر طلاق دینے پر راضی ہو جائے تو یہ کام اتنے ایثار پر بھی ہو سکتا ہے ورنہ اگر اس سے زیادہ مطالبہ کرے تو وہ بھی ادا کرنا ہوگا اور شوہر کی مرضی کے بغیر طلاق کا کوئی امکان نہیں ہے۔

یہ اور بات ہے کہ شوہر کا ظلم ثابت ہو جائے کہ وہ نفقہ بھی نہیں دیتا ہے اور طلاق بھی نہیں دیتا ہے اور ظلم بھی کرتا ہے تو حاکم شرع اپنی طرف سے طلاق دے سکتا ہے کہ شوہر ہر ایک سے زیادہ صاحب حق ہو سکتا ہے لیکن صاحب شریعت سے بلند تر نہیں ہو سکتا ہے اور اس کی نیابت میں یہ کام حاکم شریعت ہی انجام دے سکتا ہے۔

طلاق مبارات

یہ وہ طلاق ہے جہاں نفرت طرفین سے ہوتی ہے اور کوئی کسی کو پسند نہیں کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عورت کچھ مال دے کر طلاق حاصل کرتی ہے اور مرد کچھ مال لے کر اسے آزاد کر دیتا ہے جس طرح کہ بارات میں بہت کچھ مال دیا تھا۔ گویا کہ بارات سے شروع ہونے والا سلسلہ بارات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔

متفرق مسائل طلاق

۱۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت کو اپنی زوجہ سمجھ کر دھوکہ میں اس سے جماع کر لیا تو اس عورت کو بہرحال طلاق کے برابر عدت رکھنا پڑے گی چاہے اسے معلوم ہی رہا ہو کہ یہ میرا شوہر نہیں ہے۔ لیکن اگر طرفین کو علم تھا اور باقاعدہ طور پر زنا کیا ہے تو زنا میں کوئی عدہ نہیں ہوتا ہے۔ اس کے لئے جہنم اور کوڑے کی سزا ہی کافی ہے۔ البتہ اگر مرد کی طرف سے زنا ہے اور عورت اسے شوہر ہی سمجھ رہی تھی تو اسے عدت رکھنا پڑے گی (احتیاطاً)۔

۲۔ اگر کسی شخص نے کسی شوہر دار عورت کو بھڑکا کر اسے طلاق لینے پر آمادہ کر لیا اور اس نے طلاق لے لی اور بعد میں اس نے عقد بھی کر لیا تو طلاق و عقد دونوں صحیح رہیں گے لیکن اس دھوکہ بازی کی سزا اس مرد کو بہرحال برداشت کرنا پڑے گی۔

۳۔ اگر زوجہ نکاح کے وقت یہ شرط کرے کہ طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہوگا تو یہ شرط باطل ہے کہ طلاق کا حق منتقل نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ شرط کرے کہ وہ طلاق کی وکیل رہے گی اور اپنی خواہش کے مطابق یا مخصوص حالات میں طلاق پڑھوا لینے کی مجاز رہے گی تو اس وکالت میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ طلاق میں وکالت چل سکتی ہے چاہے وکیل خود زوجہ ہو یا کوئی اور۔

۴۔ اگر کسی عورت کا شوہر غائب ہو جائے اور کوئی پتہ نہ چل سکے تو اسے چاہئے کہ اپنے مقدمہ کو مجتہد عادل کے سامنے پیش کر دے اور پھر اس کے بتائے ہوئے قوانین کے

مطابق عمل کرے۔ نہ شوہر کے غم میں ہلاک ہو جائے اور نہ جنس کی راہ میں کوئی غلط قدم اٹھائے۔

۵۔ شوہر دیوانہ ہو جائے تو اس کی طرف سے باپ یا دادا صیغۂ طلاق جاری کر سکتے ہیں۔

۶۔ اگر باپ یا دادا نے نابالغ کا صیغۂ متعہ کسی عورت سے پڑھ دیا ہے تو اس کی مدت کو بخش دینے کا اختیار بھی انھیں حاصل ہوگا۔ لیکن اگر دائمی عقد کر دیا ہے تو طلاق دینے کا اختیار صرف شوہر کو ہوگا۔

۷۔ اگر کسی شخص نے دو افراد کو عادل سمجھ کر ان کے سامنے صیغۂ طلاق جاری کر دیا ہے تو تیسرے آدمی کو اس عورت سے عقد کرنے کا حق ہے چاہے اس کی نظر میں یہ گواہ عادل نہ رہے ہوں۔ اگرچہ شوہر کے لئے مناسب یہی ہے کہ جب تک عدالت ثابت نہ ہو جائے ایسے افراد کو گواہ نہ بنائے اور ان کے سامنے صیغۂ طلاق جاری نہ کرے۔

۸۔ اگر کسی شخص نے زوجہ کو طلاق دے دی اور اسے مطلع نہ کیا بلکہ برابر اخراجات بھی دیتا رہا۔ یہاں تک کہ زمانۂ عدّت گذرنے کے بعد مطلع کیا تو زمانۂ عدت تک کے اخراجات کو واپس لینے کا کوئی حق نہیں ہے لیکن اس کے بعد اگر کچھ باقی رہ گیا ہے تو اسے لے سکتا ہے کہ عدت کے بعد نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر نہیں رہ جاتی ہے اور طلاق کے لئے روز اول اطلاع دینے یا عورت کو مطمئن کرنے کی بھی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ اسلام کا کھلا ہوا قانون ہے کہ طلاق کا مکمل اختیار مرد کے ہاتھ میں ہے لہٰذا جو عورت اسلام کے اس قانون سے مطمئن نہیں ہے اسے نکاح دائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ روز اول سے موقت نکاح کرے تاکہ زحمت مختصر ہو جائے یا طلاق کی وکالت اپنے ہاتھ میں رکھے تاکہ وقت ضرورت اسے استعمال کر سکے یا پھر نفس پر کنٹرول کرے اور ایسے رشتہ سے آزاد رہے جس میں کسی طرح کی پابندی اختیار کرنا پڑے بشرطیکہ اس حالت میں اپنی عزت و آبرو کا تحفظ کر سکتی ہو ورنہ اس کے بغیر انسان کی انسانیت کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی ہے۔

میراث

یہ مالک کائنات کا کرم ہے کہ اس نے انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کے مال سے اس کا رشتہ قطع نہیں کیا ہے اور مال کو اس کے رشتہ داروں ہی میں تقسیم کیا ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

پہلے طبقہ میں ماں باپ اور بیٹی بیٹا وغیرہ کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص وارث نہیں ہو سکتا ہے۔ ان کا رشتہ مرنے والے سے براہ راست اور بلا فاصلہ ہے۔

دوسرے طبقہ میں بہن بھائی اور دادا دادی، نانا نانی وغیرہ ہیں کہ ان کا رشتہ ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ ان کی اولاد کو بہن بھائی کہا جاتا ہے اور ان کے ماں باپ کو نانا نانی اور دادا دادی کہا جاتا ہے۔

تیسرے طبقہ میں چچا ماموں، پھوپھی اور خالہ ہیں کہ ان کا رشتہ نانا دادا کے ذریعہ ہے۔ دادا کی اولاد کو چچا اور پھوپھی کہا جاتا ہے اور نانا کی اولاد کو خالہ اور ماموں کہا جاتا ہے۔

زوجہ اور شوہر کا رشتہ نسبی نہیں ہے لہٰذا ان کا حساب الگ ہے اور وہ تمام ورثہ کے ساتھ اپنے حق کے حقدار ہوں گے اور کوئی ان کے حق کو روک نہیں سکتا ہے۔

۱۔ اگر مرنے والے نے بیٹے اور بیٹیاں دونوں چھوڑی ہیں تو ہر بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر مال ملے گا کہ بیٹوں کی ذمہ داریاں زیادہ ہوتی ہیں۔ ان پر ان کا خرچ بھی ہوتا ہے اور ان کی زوجہ اور اولاد کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے۔ لیکن بیٹی پر کسی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا نفقہ یا اس کے باپ پر ہوتا ہے یا شوہر پر۔

۲۔ اگر ورثہ میں صرف ماں اور باپ ہیں تو ماں کا حق $\frac{1}{3}$ معین ہے۔ باقی حصہ باپ کو دے دیا جائے گا کہ کوئی دوسرا وارث نہیں ہے۔

۳۔ اگر مرنے والے کے ورثہ میں بیٹی اور ماں باپ ہیں تو مال کو پانچ حصہ کر کے

ایک ایک حصہ ماں باپ کو اور تین حصہ بیٹی کو دیدئے جائیں گے بشرطیکہ ماں کے لئے کوئی حاجب نہ ہو۔

(حیرت کی بات ہے کہ اسلام بیٹی کے حق کو ماں باپ کے حق سے زیادہ قرار دے اور مسلمان رسول اسلام کی بیٹی کو اس کے حق سے یکسر محروم کردے)۔

۴۔ اگر مرنے والے کے ورثہ میں بھائی اور بہن دونوں ہوں تو بھائی کا دو حصہ ہوگا اور بہن کا ایک کہ بھائی کی ذمہ داری بہن سے یقیناً زیادہ ہے۔

۵۔ مرنے والے کے رشتہ دار پدری اور مادری دونوں طرف سے ہیں تو مرد کا حصہ عورت کے دُگنا ہوگا لیکن اگر صرف مادری رشتہ دار ہیں تو مرد و عورت سب کا حصہ برابر برابر ہوگا۔

میراثِ زوجیت

۱۔ اگر شوہر کی کوئی دوسری اولاد نہیں ہے تو زوجہ کا حصہ $\frac{1}{4}$ ہوگا اور اگر شوہر صاحب اولاد ہے چاہے دوسری زوجہ سے ہو تو زوجہ کا حصہ $\frac{1}{8}$ ہوگا۔

۲۔ اگر زوجہ صاحب اولاد نہیں ہے تو شوہر کا حصہ $\frac{1}{2}$ ہوگا اور اگر اس کی اپنی کوئی اولاد ہے تو شوہر کا حصہ صرف $\frac{1}{4}$ ہوگا۔ باقی اس کی اولاد کو ملے گا۔

۳۔ زوجہ کو شوہر کی زمین میں سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا ہے۔ لیکن درخت باغ عمارات مکانات وغیرہ میں سے اسے حصہ دیا جائے گا۔ بس فرق یہ ہے کہ اصل مال میں اسے شریک نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ مال کی قیمت طے کرکے اس کا $\frac{1}{4}$ یا $\frac{1}{8}$ حسب حالات دیدیا جائے گا اور قیمت بھی روزِ تقسیم طے کی جائے گی۔ اس کے بعد اگر باقی ورثہ اصل مال ہی میں سے حصہ دینا چاہیں تو اس کا فرض ہے کہ اس کو قبول کرلے اور فروخت کرنے یا قیمت لینے کا مطالبہ نہ کرے۔

۴۔ قیمت لگانے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ عورت کا حصہ باغ میں ہے اور زمین میں نہیں ہے اور باغ میں بھی اسی شکل میں ہے۔ کٹے ہوئے درختوں کی شکل میں نہیں ہے لہٰذا باغ یا مکان کی قیمت اس طرح لگائی جائے گی کہ اس میں زمین شامل بھی نہ ہونے پائے اور بالکل الگ بھی نہ ہونے پائے، مثلاً یوں طے کریں کہ اگر اس باغ کو اس زمین

باقی رکھا جائے اور زمین کا کرایہ دیا جائے یا صاحب زمین کو اختیار دے دیا جائے کہ جب چاہے باغ کو کاٹ کر اپنی زمین خالی کرا سکتا ہے تو ایسی صورت میں اس باغ کی کیا قیمت ہوگی اور اس قیمت کا $\frac{1}{4}$ یا $\frac{1}{8}$ زوجہ کو دے دیا جائے۔

یہی حال مکان کا بھی ہوگا کہ مکان کا سامان بغیر زمین کے لیکن زمین سے الگ کرکے نہیں۔ دونوں باتوں کو نظر میں رکھ کر جو قیمت ہو اس کا $\frac{1}{4}$ یا $\frac{1}{8}$ زوجہ کو دے دیا جائے گا اور باغ یا مکان باقی ورثہ میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۵۔ جب تک زوجہ کا حق ادا نہ کر دیا جائے یا اس سے اجازت نہ لے لی جائے باقی ورثہ کا مکان یا باغ میں تصرف جائز نہیں ہے۔

۶۔ اگر کسی کے پاس متعدد ازواج ہیں تو ان کے درمیان $\frac{1}{4}$ یا $\frac{1}{8}$ کو برابر برابر سے تقسیم کر دیا جائے گا چاہے سب مدخولہ ہوں یا سب غیر مدخولہ ہوں یا مختلف قسم کی ہوں۔

۷۔ اگر کسی شخص نے اپنے مرض الموت میں کسی عورت سے عقد کیا ہے اور اسی مرض میں مر بھی گیا ہے تو گویا کہ یہ عقد باطل ہے اور عورت کا حق نہ مہر میں ہوگا اور نہ میراث میں۔ البتہ اگر زوجہ مرض الموت میں تھی اور مر گئی تو شوہر اس کا وارث ضرور ہوگا۔

۸۔ اگر زوجہ عدت رجعی میں تھی اور دو میں سے کسی ایک کا انتقال ہوگیا تو دوسرا اس کا وارث ضرور ہوگا کہ یہ عدت بھی زوجیت کی ایک قسم ہے۔

۹۔ اگر کسی شخص نے مرض الموت کی حالت میں عورت کو طلاق دے دی اور سال بھر کے اندر اسی مرض میں مر گیا اور طلاق کے لئے بھی زوجہ نے تقاضا نہیں کیا تھا اور اس نے سال کے اندر شوہر کے مرنے تک دوسرا عقد بھی نہیں کیا ہے تو اسے بھی وارث قرار دیا جائے گا۔

۱۰۔ شوہر نے جو سامان زوجہ کو بخش دیا ہے وہ اس کی اپنی ملکیت ہے اس کا دیگر ورثہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جو سامان گھر میں اس کے استعمال کے لئے تھا وہ شوہر کے مرنے کے بعد ترکہ میں شامل ہو جائے گا اور اس کے حقدار تمام ورثہ ہوں گے۔ صرف زوجہ نہ ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وسلام علی المرسلین۔